

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ
مسلم انڈیا اینڈ اسلامک یونیورسٹی
زیر ادارت

آبناب حضرت خواجہ کمال الدین حسینی ای این این بی سٹیج اسلام انگلنڈ

نمبرہ	بابت ماہ نومبر ۱۹۱۴ء	جلد
نمبر اولان پانچم صبح سے دو روزہ	فہرست مضامین	قیمت سالانہ (بین روپیہ روئے)

(۱) میں نے اسلام کیوں قبول کیا ۱۷۵ تا ۱۷۶ء + (۲) ایک دہریہ کے مطالعہ کے لئے ۱۷۶ تا ۱۸۲ء

(۳) دین فطرت ۱۸۲ تا ۱۸۶ء + (۴) سچی اور جھوٹی عبادت ۱۸۶ تا ۱۹۰ء + (۵) خطبہ جمعہ ۱۹۰ تا ۱۹۸ء

(۶) موجودہ جنگ اور پیغمبر اسلام صلعم ۱۹۸ تا ۲۰۳ء + (۷) بلاؤں اور بیہوشی میں تبلیغ اسلام

پہرہ اولیٰ میں مناسبات کا اہتمام
پہرہ دوم میں مناسبات کا اہتمام
پہرہ سوم میں مناسبات کا اہتمام
پہرہ چہارم میں مناسبات کا اہتمام
پہرہ پنجم میں مناسبات کا اہتمام
پہرہ ششم میں مناسبات کا اہتمام
پہرہ ہفتم میں مناسبات کا اہتمام
پہرہ ہشتم میں مناسبات کا اہتمام
پہرہ نواں میں مناسبات کا اہتمام
پہرہ دہم میں مناسبات کا اہتمام

پیغام صلح

وہ اخبار ہے جو فرنگستان میں اسلامی کوششوں کی صحیح خبریں خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے ہمراہیوں کی کامیابیوں کے حالات سناتا اور جنگ یورپ کی تازہ خبریں لیکر ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہندستان اور دیگر ممالک کے قابل تذکرہ واقعات دلچسپ تفصیلات اور دلکش ادائے بیان کے ساتھ اسلامی جذبات کو متحرک کرنے اور قائم رکھنے کا کام بحسن و خوبی انجام دیتا ہے۔ اور اپنی دلربا خصوصیات کے لحاظ سے ملک کا بینظیر اخباری قیمت سالانہ چھ روپیہ۔ ششماہی تین روپیہ۔ سہ ماہی

چھ ماہوار ۹ روپیہ

المشترک
 میخبر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْاَكْرَمِ

اشاعت اسلام

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

(از جناب شیخ خالد شیلڈرک صاحب مسلم مشنری انگلستان)

مجھے اپنے والدین کے حکم سے چرچ آف انگلینڈ کے قواعد کی نہایت سخت پابندی کرنی پڑتی تھی۔ سات سال تک میں گویا بنا رہا۔ ہمارا پادری ایک ایسا شخص تھا۔ کہ جس کی میں اب بھی ہر طرح غرت کرتا ہوں۔ وہ راست باز متعمل مزاج۔ خطاؤں سے درگزر اور نیم پوشی کرنے والا اور اپنے وعدہ کا پکا تھا۔ میں اس بات کا معترف ہوں۔ کہ لڑکپن کے زمانہ میں مذہب کی وجہ سے مجھے کوئی دکھ نہیں پہنچا۔ اور میری عبادت گویا ایک خود بخود حرکت کرنے والا آلہ تھی۔ اس کے بعد میں دنیا میں مصروف پیکار ہو گیا اور بالکل نئے علاقوں سے میرا واسطہ آن پڑا۔ میرے پہلے ساتھی دہریہ اور روین کیتھووک عیسائی تھے۔ اس لئے ان مباحثات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ جو میرے اور ان کے درمیان روزمرہ وقوع میں آتے تھے۔ ان مباحثات میں میں نے پہلی دفعہ اپنے عقاید پر حملہ ہوتے دیکھا۔ اور چونکہ اس نے مجھے بہت کچھ متزلزل کر دیا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے رفقاء کے اعتراضات کو رد کرنے کے لئے اپنے مذہب کو مطالعہ کرنے کی سخت قسم کھائی۔ اس پر سخت پوچھتانی اور گھبراہٹ کی حالت

میں جب میں نے پڑھنا اور سچی لکچروں میں جانا شروع کیا۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ میں کئی ایک اقوال پر جو بیان کئے گئے ہیں۔ ایمان نہیں رکھتا۔ میں عیسائیت کی تردید میں کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ جس سے میرا ایمان خطرہ میں پڑ گیا۔ میں حتی الوسع تمام عیسائی اور غیر عیسائی فرقوں میں جاتا رہا۔ اور ان سب کی توازنخ اور تعلیم پر غور کرتا رہا۔ اس جدوجہد میں صرف ایک فرقہ نے میری توجہ کو کھینچا۔ اور وہ یونیٹریں چرچ سے تعلق رکھتا تھا۔ تاہم چونکہ میں تثلیث کا پہلے سے معتقد ہونے کے باعث ضد اور ہٹ کی وجہ سے ابھی تک نہایت شوق مستعدی بلکہ سرگرمی سے اسی آرزو میں پڑتا رہا۔ کہ مجھے پختہ یقین ہو جائے۔ کہ عیسائیت ہی ایک سچا مذہب ہے اور تمام دوسرے مذاہب خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ میں ابھی تک دوسرے مذاہب اور فرقوں کے بالکل خلاف تھا۔ یہاں تک کہ میرا تمام مطالعہ نہایت تنگ خیالی اور خشک فراجی کو لٹے ہوئے تھا۔ آخر کار میں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ وہ مذہب جسے میں نے اپنی فطرت اور عقل کے ساتھ پہچان کر لیا ہے۔ وہ عیسائی گرجاؤں کی تعلیم سے بالکل مختلف ہے۔ سب سے آدلیں میں نے محسوس کیا۔ کہ انہوں نے مجھے یہ دکھایا ہے۔ کہ میں گناہ کی وجہ سے حمل میں آیا تھا۔ اور اس طرح سے انہوں نے میرے سب سے قریبی اور سب سے زیادہ پیارے رشتہ دار یعنی والدین کو سخت بے عزت کیا ہے۔ میں نے پڑھا۔ کہ ان دونوں نے میری پیدائش کے لئے ایک گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ کیا میں اس بات کو مان کر ان کا بیٹا کہلا سکتا تھا؟ پھر مجھے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ میں خود فطرتاً گنہگار ہوں۔ اور کہ میں درحقیقت گناہ کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ اور اس لئے میں اپنی فطرت کے لحاظ سے اپنی طاقت اور بہت کے مطابق بہت زیادہ گناہ کر کے اور ایک بہت بڑا گنہگار بن کر خدائے تعالیٰ کی رضا کا موجب ہونگا

کیونکہ اس نے گناہ کو میری فطرت اور خلقت کا ایک جزو بنا دیا ہے۔ فطرت کا یہ نقشہ کس قدر بھدا اور سنی آمیز ہے پھر یہ خالق حقیقی کے کام کی کیسی بے عزتی اور تحقیر کی گئی ہے۔ نیز خود اللہ تعالیٰ پر کتنا بڑا افترا اور کفر باندھا گیا ہے! پھر مجھے یہ بتلایا گیا۔ کہ میں گنہگار ہونے کی وجہ سے نا حال و درخ کا گذرا ہوں۔ جس کی تصویر اس میں کھولتا ہوا پانی اور گندہک ہوئیگی وجہ سے بہت ہی صیب اور ڈراؤنی ہے۔ اور اگر میں بتیسرا حاصل کئے بغیر مرجاؤں۔ تو میرے بچاؤ کی خواہ میں مقصوم بچہ ہی کیوں نہ ہوں کوئی صورت نہ ہوگی۔ اور میری روح کو ہلاک کر دیا جائیگا۔ یہ عقیدہ اسلام کی اس تعلیم کے کس قدر خلاف ہے۔ جو بعد میں مجھے معلوم ہوئی۔ اور وہ یہ کہ تمام بچے فطرتی مذہب کے خواص لیکر پیدا ہوتے ہیں۔ جس کے بعد ان کے ماں باپ انہیں پھانسی۔ یہودی یا مسلمان بنا لیتے ہیں۔ پس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے عیسائیوں کے متذکرہ صدر اعتقاد کی کافی تردید ہوجاتی ہے۔ پھر مجھے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ جیسا کہ بائبل کی مختلف آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ درحقیقت ایک رحیم و کریم خالق نہیں بلکہ ایک تشی دیو ہے۔ جس نے ایک ادنیٰ اور حقیر انسان کی عامہ خواہشات کو پورا کرنے کے لئے تمام انسانیت کو تباہ کر دینا چاہا۔ مجھ سے یہ اعتقاد رکھنے کی خواہش کی گئی۔ کہ خدائے تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو پیدا کر نیکی بعد یہاں تک اس کام کو بگاڑا۔ کہ اُس نے یہودیوں کے سوائے تمام دوسری قوموں کو تباہ کر دینا چاہا۔ اور اسی خیال کی بنا پر یہ فرضی حکم بھی اس کی پاک ذات کی طرف منسوب کیا گیا ہے جو گویا اس نے یہودیوں کی برگزیدہ قوم کو دیا۔ اور ان کو کہا۔ کہ تم بنی نوع انسان میں سے ہر ایک فرد کو قتل کر دو۔ اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ رہنے دو۔ کیا میں اس بات پر ایمان لا سکتا تھا؟ کبھی نہیں۔ خدا ان لوگوں کو معاف کرے۔ جو اس کی

ایسی سچو کیا کرتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا۔ کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے لکھو کھا پیو نمبر دنیا میں بدائت کے لئے بھیجے۔ مگر انسان کچھ ہمیشہ سے ہی ضدی واقع ہوا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو ابدی جہنم میں دیکھل دینا چاہا۔ جس سے خلاصی اور نجات کی صرف ایک ہی شرط تھی۔ جو اس طرح سے پوری ہوئی۔ کہ (نقل کفر کفر نباشد) خداوند کے اکلوتے بیٹے نے نسل انسانی کی حمایت کی۔ اور خداوند باپ اس بات پر رضامند ہو گیا۔ کہ اس کا بیٹا بطور قربانی ہلاک ہو جائے۔ اور اس کے کندھوں پر کل دنیا کے گناہوں کا بوجھ لا دیا جائے۔ اس عقیدہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ خداوند اپنے بے قصور بیٹے کو قتل کرنے کا مجرم ہے۔ مگر اس نے اس جرم کا اذکاب کیوں کیا؟ صرف اپنے اندھا دھند عقیدہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے میرے خیال میں اس عقیدہ کے بانی خدائے تعالیٰ ایک تند خوقاقل کی صورت میں پیش کرنے کے باعث نہایت سخت کفر کے جوہم و خیال میں آسکے مرتکب ہوئے ہیں۔ پھر یہ عقیدہ کس قدر جہالت پر مبنی ہے کہ خداوند کا اکلوتا فرزند اس شرط پر کسی کے گناہوں کا بوجھ اٹھایگا کہ وہ اس کے نجات دہندہ خون پر ایمان لائے۔ اور اس وقت یہ گیت پڑھا جاتا ہے۔ کہ برہ کے خون سے پاک کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے۔ کہ کسی پادری یا کسی کفارہ کے معتقد نے کسی مقتول میں جا کر خون سے غسل کیا ہو۔ اور پھر وہ پاک ہو گیا ہو۔ یہ ایک بہت ہی قابل نفرت خیال ہے۔ اور جہالت کی ایک یادگار جو بیسویں صدی کے دل و دماغ کے شایان نہیں۔ یہ بات میرے وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتی کہ ایک تعلیم یافتہ شخص اس پر کیونکر ایمان لاسکتا ہے۔ پھر یہ عقیدہ کہ اس باری تعالیٰ نے دنیا کے لئے کوئی بیٹا اپنا متبئی بنایا۔ اور اس کو انسانی خواہشات عطا کیں۔ یہ بھی میرے خیال میں ایک بگم کفر ہے۔ پھر

اگر کوئی شخص اس بناوٹی عقیدہ پر ایمان نہ لے آئے۔ تو اسے سخت عذابوں کا مور و خیال کیا جاتا ہے۔ اللہ اللہ خدائے تعالیٰ کی ذات اقدس کا یہ تصور کس قدر ہولناک ہے۔ آدم علیہ السلام کو بھی حالانکہ خدائے تعالیٰ کا بیٹا ہی کہا گیا ہے۔ مگر عیسائی ہم سے یہی منوانا چاہتے ہیں۔ کہ یسوع ہی اسکا اکلوتا بیٹا تھا۔ ان اعتقادات کی رو سے خدائے تعالیٰ کو یاد لغو ذرا بالذات اپنے بیٹے اور تمام نسل انسانی کا ایک سخت ہینینناک دشمن ٹھہرتا ہے۔ جس کا انسان کو فطرتاً گنہگار پیدا کرنا خود اسے بھی انسانی ہواؤ ہوس کا ہی شکار ثابت کرتا ہے۔ بلکہ وہ تو ایک ایسی سخت فطرت والا ثابت ہوتا ہے۔ جو انسان کو بھی کبھی ہی بیسرائی ہوگی۔ کیونکہ ایسا کونسا باپ ہوگا۔ جو اپنے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جان بوجھ کر اپنے ہی بیٹے کو قتل کر دے۔ میں نے دیکھا۔ کہ جس وقت عیدِ بے بہت عروج پر تھا۔ تو ہر ایک شخص جو اپنی نسی اور اطمینان کے لئے کوئی سوچ و بچار کرنے کی جرأت کرتا۔ تو اسے زندہ جلا دیا جاتا۔ یا قید کر دیا جاتا تھا۔ کیونکہ کلیسیا کے قواعد خونریزی کا باعث تھے حال ہی میں جو جنگ بلقان میں عیسائی بہادروں نے اپنے اس اعتقاد پر عمل کرتے ہوئے۔ کہ مقدونیہ کے چند افراد کی نجات کے لئے مشرق اوتے کو خون میں نہلا دیا جائے۔ جو خونریزی کی ہے۔ اور بعد ازاں ایک دوسرے کا گلا کاٹ کر اس اعتقاد کو اور بھی نختہ کیا ہے۔ اور اس طرح سے عیسائیت کی طاقت اتصال کو ظاہر کیا ہے۔ ان سب امور کا ارتکاب کون سے عدل و انصاف کی رو سے جائز تھا؟ پھر مجھے معلوم ہوا کہ ہماری آزادانہ تقاریر اور آزادیئے نحر بر کے ذمہ وار صرف آزاد خیال لوگ ہی ہیں۔ اور کہ جارج۔ جیکب۔ ہویلوک۔ چارلس بریڈلا اور ان کے پیروں کو اگرچہ بہت کچھ دکھ اور اذیتیں دی گئیں۔ مگر وہ اپنے اعتقاد پر نختہ ہے اور ہم اپنی آزادی کے لئے انہی کی قربانیوں کے ثمرات سے متمتع ہو رہے ہیں

ہم آزادی کے لئے عیسائیت کے رہن منت نہیں۔ بلکہ معقولیت اور دلائل کے احساندہ ہیں نے دیکھا۔ کہ بزرگانِ دین اس بات کے مقرر ہیں۔ کہ وہ ان ایمان کی صداقت ثابت نہیں کر سکتے۔ جو بائبل کے مرتبین کی فرست میں لکھے گئے ہیں۔ اور وہ اس بات کے بھی قایل ہیں۔ کہ بائبل کی پہلی پانچ کتابیں حضرت موسیٰ کی تصنیف کردہ نہیں۔ اور کہ سلاطین تواریخ روت۔ یسایہ ملاکی وغیرہ وغیرہ نامعلوم الاسم لوگوں کی تصانیف ہیں۔ جو کہ ان انبیاء کے بعض معائنات کی بنا پر لکھی گئی ہیں۔ نیز یہ کہ متی مرقس۔ لوقا اور یوحنا ان اناجیل کے مصنف نہیں۔ اور ان چاروں کی بابت کی عیسائیوں نے یہ اقرار کیا ہے۔ کہ وہ ایک دوسری سے بالکل مختلف ہیں۔ اور کہا ہے۔ کہ چوتھی کتاب کو دوسری کتابوں سے تطبیق دینا بالکل ناممکن ہے۔ اور کہ پولوس نے وہ خطوط اور چھتیاں ہرگز نہیں لکھیں۔ جو اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اور اس لئے گویا تمام بائبل جو دنیا کے آگے کتاب مقدس کے نام سے پیش کی جاتی ہے۔ نامعلوم الاسم مصنفین کی تصنیفات کا مجموعہ ہے۔ پھر یہ امر کہ بائبل میں بہت کچھ دستبرد اور تحریف و تبدل ان چند سالوں میں بھی عمل میں آیا ہے۔ ان حقیقت کے اظہار سے سچا ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ مجلسِ صحیحین بائبل نے حال ہی میں یوحنا ۵۔ آیت کو جو ان الفاظ میں تھی۔ کہ آسمان میں تین ہیں۔ جو دنیا کا چھٹا اٹھائے ہوئے ہیں۔ باپ۔ بیٹا اور روح القدس۔ اور یہ تینوں ایک ہی ہیں اسے انجیل سے نکال دیا ہے۔ کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ آیت انہیں کسی پرانے نسخہ سے دستیاب نہیں ہوئی۔ اور آگسٹائین کامٹ فرانسیسی عالم علوم و دینیہ نے اقرار کیا ہے۔ کہ یہ آیت بعد میں انجیل میں ملائی گئی ہے۔ پھر اس آیت کو مارٹن لوتھر کی ملاوٹ بھی قرار دیا گیا ہے۔ اس بہت بڑے مصلح نے اگرچہ اپنے وقت کے عام دستور العمل کی مروجہ بدعات کو یقیناً اصلاح کی۔ مگر ان کو جڑ سے کاٹ ڈالنے کی وجہ سے اس نے بہت سختی کرکھائی

۴ جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔

ہے۔ اس نے بائبل کی تواریح کو چھوا تک بھی نہیں۔ بلکہ اسے اسی حالت میں جیسی کہ وہ تھی۔ قبول کر لیا۔ اور اس کی صداقت کو پرکھنے کی کبھی کوشش نہ کی جس کی وجہ زیادہ تر یہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ اس قدر جرأت نہ رکھتا تھا بلکہ بظاہر بہت وہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ سنتے ہیں۔ کہ اسے شیطان نظر آیا۔ اور اس نے اس پر اپنی دوات دے ماری۔ لیکن اگر کوئی بائبل کے ابتدائی حالات معلوم کرنے کی خواہش میں اپنی آواز کو اٹھانے کی جرأت بھی کرتا۔ تو لوگوں سے ایذا پہنچائے بغیر نہ رہتا۔ عیسائی مذہب کی بابت اگرچہ ہم نے سنا ہے۔ کہ یہ روشی شہنشاہ کی ایذا رسانی کا شکار ہوا تھا۔ مگر دراصل یہ مذہب بھی سچی تھی۔ بردباری اور برداشت رکھنے والا مذہب ثابت نہیں ہوا۔ جو نہی کہ شہنشاہ قسطنطین نے اس مذہب کو قبول کیا۔ اسی وقت سے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایرین لوگوں کو جو حضرت مسیح کو نبی ماننے سے تشریح پرستوں نے نہایت بے رحمی سے دکھ دینے شروع کر دیئے۔ ان فرض ہمیشہ ہی جب کبھی اس مذہب کو عروج حاصل ہوا ہے۔ تو جس کسی نے اس کے ساتھ اختلاف رائے کے اظہار کی جرأت کی ہے۔ اسے سخت مصائب کے شکنجے میں کھینچا گیا ہے۔ اور پروٹسٹنٹوں نے ویسی ہی خوشی اور شادمانی کے ساتھ کیتھولک فرقہ کے پیروں کو زندہ جلا دیا ہے۔ جیسا کہ کیتھولک لوگوں نے پروٹسٹنٹوں کے ساتھ ہمیں سرزمین انگلستان میں ہی سلوک روا رکھا تھا۔

متذکرہ بالا تمام باتوں نے میرے دل میں یہ بات بٹھا دی۔ کہ کلیسا یا کو سب سے پہلے قبل ازیں کہ وہ یسوع اور اس کی تعلیم پر کچھ بتائے۔ بائبل کے ان اصلی نسخوں کو تلاش کرنا چاہئے۔ جو کہ بے شک و شبہ ان ایام کے سپنیروں اور مرسلین کے تصنیف کردہ ہوں۔ ورنہ عیسائیت ایک نامعلوم اور غیر معتبر کتاب کو یسوع کے مشن کی شہادت میں پیش کرنے کی وجہ سے ایک غلط مذہب ثابت ہوتا ہے۔ پس یہ مذہب اسلام سے کس قدر متخالف ہے جس کی پاک کتاب قرآن

مجید آج ویسے ہی انسانی دستبرد سے پاک و صاف ہے۔ اور ابھی تک اپنی پہلی صفائی کے ساتھ قائم ہے۔ جیسی کہ اس وقت تھی۔ جب حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے اسے دنیا میں چھوڑا تھا۔ ہم بڑی جرأت سے ہر ایک حملے کا دلیرانہ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن عیسائیت کو جب تک کہ وہ اپنی اصلی شکل و صورت کے صحیح حالات معلوم نہ کر لے۔ ہر ایک طوفان کے بالمقابل جھکنے اور سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔

پھر اگر ہم انجیل کو موجودہ حالت میں بھی قبول کر لیں۔ تو کیا اس میں حضرت مسیح کا یہ قول ہمارے پڑھنے میں نہیں آتا۔ کہ اگر کوئی تیری ذہنی گال پر پٹا پٹے مارے تو بائیں بھی اس کے آگے پھیر دے۔ پھر اگر ہم انجیل کی اس تعلیم کے رو سے بھی یورپ کا جائزہ لیں۔ تو کیا یورپ عیسائی ثابت ہوتا ہے۔ برطانیہ عظمیٰ آئے دن ڈریڈناٹ بتاتی چلی جا رہی ہے۔ اور بحری افواج کے لئے بڑی بڑی رقوم صرف کی جاتی ہیں۔ لیکن ایسا کیوں کیا جاتا ہے۔ اگر انگلستان ایک عیسائی ملک ہے۔ تو اسے چاہئے۔ کہ اپنے تمام دشمنوں کو بلا کر اپنے تمام ممالک رعایا اور دیگر تمام مقبوضات اس کے حوالہ کر دے۔ بہر حال ان دونوں امور سے کوئی ایک ضرور غلطی پر مبنی ہے۔ یا یسوع کی تعلیم صحیح نہیں اور یا یورپین اقوام کی پالیسی اور مکر و فریب اس کی صریح خلاف ورزی ہونیکے باعث سچی کا راستہ لئے ہوئے ہے۔ مجھے ڈبلیو سٹوارٹ اس جیسے زبردست مصنف سے جو سلطان صلاح الدین غازی اسلام کا اس قدر مداح ہے کہ اُس نے اپنا تاریخی نام بھی صلاح الدین رکھا۔ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس نے بیان کیا۔ کہ اگر خدا موجود ہے۔ تو وہ اس تصور و ادراک سے جو کہ عیسائیت نے پیش کیا ہے۔ بہت بالاتر ہے۔ اگر اس عالم میں کسی اعلیٰ طاقت (خداوند تعالیٰ) کی ہستی ممکن ہے اور میں اس سے کبھی منکر نہیں ہوا۔ تو وہ ان عاجزانہ و غریبانہ تصاویر سے بے اندازہ بڑھ کر ہوگا۔ جو کہ بائبل نے

اس کی نسبت بیان کی ہیں۔ پھر اگر خدائے تعالیٰ کی شکل و صورت کے عین منظر
اس کا صحیح انعکاس ہماری فطرت میں ہے۔ تو وہ اعلیٰ نقشہ اسلام نے ہی ہمارے
آگے پیش کیا ہے۔ اس زبردست مصنف کے ذریعہ میں نے بدھ مذہب کا بھی
مطالعہ کیا۔ مگر وہ تو خشک فلسفہ کہے جانیکا مستحق ہے۔ نہ کہ مذہب۔ ایک شخص
جو کٹکولن تھیں لیکر بدھ مذہب کے متنک کی مثال پر عمل درآمد کرے اور بھیک
مانگتا پھرے۔ یا یسوع کی طرح سیاحت میں زندگی بسر کرے۔ اس کے لئے یہ
بات نہایت ہی تعجب خیز ہوگی۔ کہ اگر یسوع دوبارہ دنیا میں آئے۔ اور ویسے
ہی ایک بھکاری کی زندگی اختیار کرے۔ تو کیا دنیا اسے قبول کرے گی نہیں
بلکہ برخلاف اسکے اسے ایک آوارہ گرد اگر سمجھ کر قید کر دیا جائیگا مجھے ایک ایسے
مذہب کی ضرورت تھی۔ جو قابل عمل درآمد ہو۔ نہ کہ نرے خیالات اور غلط خوابوں
میں ہی زندگی گزار دینے والا ہو۔ نہ ہی اس کے ذریعہ دوسروں سے قطع
تعلق کرنا پڑے۔ بلکہ مجھے ایسے دستور العمل کی ضرورت تھی جس پر چل کر میں
گھڑی دوسروں کے لئے اور نیز اپنے واسطے ایک نمونہ بن جاؤں۔ میں نے
اس غرض کو پورا کرنے کے لئے دوسرے مذاہب کو بھی جس طرح سے کہ بہت
لوگوں نے جو ان کو سمجھنے کی کبھی کوشش نہیں کیا کرتے۔ انہیں بیان کیا ہے
مطالعہ کیا۔ اور بالآخر مجھے معلوم ہوا۔ کہ میرے اپنے خیالات جو ایک عقیدہ
کے طور پر میرے ذہن نشین ہو گئے تھے۔ ہو ہو اسلام میں پائے جاتے ہیں
ہیں اس نتیجہ پر اس وقت پہنچا تھا۔ جبکہ ابھی تک میں نے کسی مسلمان کی کبھی
ہوئی نہ ہی کوئی کتاب ہی پڑھی تھی۔ اور نہ ہی کسی مسلمان سے ملاقات کا موقع
ہی مجھے میسر آیا تھا۔ میں نے اسلام پر عیسائی مصنفین کے متواتر حلوں کو
دیکھا۔ اور اس پر میں نے اپنے آپ سے یہ سوالات کئے۔ کہ یہ لوگ اسلام
سے اتنے خائف کیوں ہیں؟ اسلام نے وہ کون سی تعلیم دی ہے۔ کہ جس کی
وجہ سے وہ کلیسیا کا ایک زبردست دشمن ٹھہر گیا ہے۔ میں نے جہاں تک

ہوسکا۔ تمام کتابیں ہیباکیں۔ مگر وہ سب کی سب عیسائی محققین کی لکھی ہوئی تھیں۔ انہی کتابوں سے اپنے دل میں اصل معاملہ کو وزن کر لینے کے بعد میں دس سال ہوئے۔ کہ اس صداقت پر پہنچ گیا تھا۔ اور اپنے آپ کو مسلمان یقین کر لیا اسکے بعد پہلا مسلمان جس سے مجھے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی تھا۔ جو عیسائیت کو خود بخود ترک کر بیٹھے تھے۔ اس کی لوگ شان دار مثال ہے۔ اس کے ساتھ گفتگو کرنے اور ابھی تک عیسائیت کے جذبہ سے لبریز ہو کر نہایت تحقیق و تدقیق سے بحث کرنے کے بعد آخر کار میرے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ اور میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ اسلام میں یہ امر علی نقطہ خیال سے میرے لئے بہت ہی موثر ثابت ہوا ہے۔ کہ اس مذہب نے شراب۔ منشیات۔ اور جوئے کی قطعی ممانعت کی ہے۔ کیا عیسائیت نے بھی کیس ان باتوں سے روکا ہے۔ کیا بائبل میں کوئی ایسی آیت بھی ہے جیسی ہوتی ہے۔ جس میں یورپین تہذیب کی ان اظہر من الشمس برائیوں کی تردید ہو۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ برخلاف اس کے اگرچہ میں اس بارہ میں عیسائیوں کی کوششوں کا مداح ہوں۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ وہ اپنے اعتقاد اور مذہب سے زیادہ نیک راستہ جانتے ہیں۔ یسوع مسیح کا پہلا معجزہ۔ جوئے عہد نامہ میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ ایک معمولی پینے والے پانی کو شراب اور اس سے خمیر وار شراب بنا دینا تھا۔ ہمیں انجیل (یوحنا ۲ باب ۱ سے ۱۱ آیت تک) میں میری مجلس کی بابت جو لاریب اچھی اور بری شراب کے تمیز کرنے کا اہل ہوگا۔ یہ لکھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ کہ اس نے اس بے خبری میں کہ یسوع نے پانی کو شراب بنا دیا ہے، یسوع سے پوچھا۔ کہ تو نے اچھی سے اب تک کیوں رکھ چھوڑی ہے،، حالیکہ عام طور کے مطابق ہر شخص پہلے اچھی سے پیش کرتا ہے،، اور جب لوگوں کی قوت ادراک زائل ہو جائے۔ یا اس کے اپنے الفاظ میں ”جب لوگ پی کر چھک

جائیں۔ تو اس وقت انہیں ناقص شراب دینی چاہئے۔ تاکہ وہ اچھی ذائقہ میں تمیز نہ کر سکیں۔ کیا یسوع کا یہ مجرہ منشیات کے رواج کو تقویت دینے والا نہیں۔ پھر عشاءے ربانی کی تقدیس انگوری شراب سے کی جاتی ہے اور اگر کچھ پاک ہونے سے رہ جائے۔ تو جو پادری اس وقت متعین ہو۔ اسے اس کمی کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ پھر کیا پولوس یا کسی گنہگار مصنف نے تمہیں کو یہ نصیحت نہیں کی؟ کہ اپنے پیٹ کی حفاظت کے لئے تھوڑی سی شراب پی لیا کریں ان حالات میں عیسائیت میں ترک منشیات کا خیال کہاں سے پیدا ہوا۔ کیا بائبل سے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اسلامی ممالک کے حالات کو دیکھ کر عیسائی لوگ اس نتیجے پر پہنچے۔ کہ یہ ایک بہت سخت برائی ہے۔ اور اس لئے وہ ترک منشیات کی تعلیم میں جس سے ان کا اپنا مذہب عاری ہے۔ اسلام کے رہن منٹ ہیں۔ شراب خوری اور جوئے بازی عیسائی ممالک میں ایک لعنت ہے۔ اور جن ممالک میں مسلمان لوگ آباد ہیں۔ وہاں اس کا نام و نشان تک بھی نہیں۔ اسلام ایک عروج اور ترقی کی طرف لے جانے والا مذہب ہے۔ اور اس لئے دنیا کو بھی یہاں تک عروج کی طرف جانا اور روشن ضمیر ہونا چاہئے۔ کہ وہ بہت پاک و صاف اور شان دار ہو جائے مگر دوسری طرف عیسائیت نے ہمیشہ لوگوں کے فہم و ادراک کو دبائے اور روکنے کی کوشش کی ہے۔ اور اسے بڑھنے نہیں دیا۔ یسوع کی زندگی کا بھی ہمیں کوئی حال معلوم نہیں۔ اور اس لئے وہ ہرگز ہمارا بہرہ ور نہا نہیں ہو سکتا۔ مگر دوسری طرف حضرت محمد سلم کی زندگی کے ایک ایک دن کا حال ہم پر پورے طور پر منکشف ہے تیرہ برس تک آپ کو طرح طرح کے دکھ اور اذیتیں دی گئیں۔ اور آپ نے صبر و استقلال اور برداشت کی عمدہ مثال قائم کی۔ پھر غالب آکر بھی ایسی حالت میں جبکہ آپ کے دشمن آپ کے قدموں پر لوٹتے تھے۔ اور جبکہ آپ کو اپنا انتقام لینے اور ان کو تباہ و برباد

کر دینے کا پورا اختیار حاصل تھا۔ آپ نے ان سب کو معاف کر دیا کئی شخص
 رحم دل اس وقت گملا سکتا ہے۔ جب اسے انتقام لینے کا پورا موقعہ اور طاقت
 میسر ہو۔ اور پھر وہ معاف کر دے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ آپ کو غرور کا احساس
 تک بھی نہ تھا۔ کیونکہ آپ بادشاہت کی حالت میں بھی خود اپنے گھر میں
 چھاڑو دیتے اور خود اپنی جوتیوں کو گانٹھتے تھے۔ آپ نے اپنا تمام مال اور
 دولت محتاجوں اور غلاموں کو آزاد کرنے پر صرف کر دیا۔ اور آپ کی زندگی
 پیدائش سے لیکر مرنے تک دنیا کے لئے ایک نمونہ تھی۔ اسلام نے ہمیں ...
 ابشار اور نیک کاموں کی ہدایت کی ہے۔ اور یہی وہ پاکیزہ شعار ہیں۔ جو میں
 بہشت کا وارث بنا سکتے ہیں۔ نرا زبانی ایمان اور اقرار کسی کام کا نہیں۔
 اگر اس کے ساتھ نیک اعمال نہ ہوں۔ خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور
 تمام انسانوں کی آپس میں اخوت اسلام کا مغرب کو ایک پیغام ہے پھر
 کیا یہ ایسا اعتقاد نہیں ہیں پر کہ مسلمانوں کو فخر کرنا چاہئے۔ مجھے مسلمان
 ہو جانے پر کبھی بھی کوئی افسوس نہیں ہوا۔ اور نہ ہی میں خدا اور اپنے
 پاک رسول صلعم کا دامن پکڑنے پر کبھی ہنرمندہ ہوں گا +

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ

ایک دہریہ کے مطالعہ کے لئے

نمبر

کیا ہمیں بہت سی ایسی خواہشات اور ضروریات لاحق نہیں۔ جن کے
 پورا کرنے کے لئے ہم اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے؟ ہماری
 تمام ان ذرائع کے حصول پر صرف ہو جاتی ہے۔ جن سے ہماری قدرتی ضروریات
 پوری ہو سکیں۔ تمام وہ امور جن کو ہم تہذیب کے نام سے موسوم کرتے ہیں صرف

انسان کی طاقتوں کو اس طرف خرچ کرنے سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ خوشی و خوشحالی کا حصول اور دکھ اور تکلیف کا دفعہ زندگی کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ مگر پوری رضامندی اور خوشی ہماری قدرتی خواہشات کی مناسب تکمیل نہیں؛ ہم قانون قدرت میں دو چیزوں کی ہستی کا انکار نہیں کر سکتے۔ جن میں سے ایک تو ہماری ضروریات ہیں۔ اور دوسری نظام عالم میں ان کو پورا کرنے والے ذرائع کی موجودگی۔ ہمیں کان اور آنکھ غنایت کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہمیں نعمتہ ہائے شیرین اور خوشگوار نظاروں کی ضرورت ہے۔ پس ان کی ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نفیس اور اچھے اچھے علوم و فنون کا استعمال کیا جائیگا۔ ہمیں شرب و نوش کے لئے عمدہ پانی اور نفیس کھانوں کی ضرورت ہے۔ جس کی تکمیل کے لئے ہم نے دُنیا جہان ماری۔ ہمیں اُس سے بھی زیادہ بڑی بڑی خواہشات لاحق ہو جاتی ہیں مگر ان کے پورا کرنے کے لئے بھی ہمیں کوئی دکھ اور تکلیف اٹھانی نہیں پڑتی۔ ہم محبت رحم اور فیاضی کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ پس ہمیں ان کی نمائش کے لئے کوئی نہ کوئی موقع ضرورت تلاش کرنا چاہئے۔ چاہے وہ کچھ خرچ کرنے سے ہی ہاتھ آئے۔ اسی طرح کیا ہم میں تعریف۔ مدح گوئی اور شکر یہ کی قلت نہیں۔ پھر کیا ہم اس وقت جبکہ ہمارے سینہ میں ان کا جوش پیدا ہو۔ ان موثر باتوں کا اظہار نہیں کرنے۔ ان شریفانہ خصائل کے اظہار کے ذریعہ کرم گستری اور خوبصورتی کے سوائے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ ان سے خوشی اور خوشحالی پختہ ہو جاتی ہے۔ ایک سخت سنگدل اور بے رحم آدمی بھی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ پس ہم خوبصورتی اور فیاضی کی صفات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جب وہ صفات ہم میں پیدا ہو جائیں گی۔ تو ہماری تعریف اور شکر یہ کا احساس جوش میں آئے گا۔ اور بالآخر ہر سو کر رہے گا۔ مگر خوبصورتی اور فیاضی کی صفات ہم کو بے جان چیزوں کے ذریعہ ہی حاصل

ہوتی ہیں۔ کیا ایسی حالت میں ہمیں ان کی بھی تعریف کرنی چاہئے۔ اور ان کا شکریہ ادا کرنا چاہئے؟ نہیں بلکہ ایسا کرنا مسرہ سربے و قونی کا کام منصور ہوگا اگر کسی علم و فن کی چیز کی خوبصورتی نے ہماری خوشی میں اضافہ کیا ہے۔ تو ہمیں شرائط یا تعریف کی مستحق اس چیز کو نہ ٹھہرانا چاہئے۔ بلکہ اس امر کے لئے اس ہستی کی طرف ہی نگاہ رکھنی چاہئے۔ جس نے اس چیز کو ہمارے لئے عیاں کیا۔ یا اسے مہیا کیا ہے۔

کیا ہمارے ارد گرد کا نظام عالم ہی ہماری خوشیوں کا منبع اور مستزید ہے؟ کیا دنیا کے ایک چھوٹے سے ذرے سے بھی خوبصورتی اور فیاضی کا اظہار نہیں ہونا؟ کیا اس کی گونا گون خوبیاں ہمارے حمد و ثنا کرنے والے خیال کو نہیں اُجھاتیں تو پھر کیا یہ امر خلاف قانون قدرت ہے۔ کہ کسی چیز کی خوبیوں سے فائدہ اٹھا کر اس کے شکریہ کا احساس کیا جائے۔ مگر ہم بھی گونگی ادیبان و مردہ اشیا کا شکریہ ادا نہیں کیا کرتے۔ بلکہ ہم ہمیشہ اپنے شکریہ کا تحفہ کسی ذی عقل ہستی کے آگے ہی پیش کیا کرتے ہیں۔ جو اس ہماری خوشبو نہیں اضافہ کرنے والی شے کو بنانے یا مہیا کرنے والی ہو۔ پس ان حالات میں اگر ہم اپنے چاروں طرف کی اشیاء سے مستفید ہو رہے ہوں۔ تو ہمیں اس استفادہ کے شکریہ کے لئے کس کو فخریٰ طلب کرنا چاہئے۔ نیک گذار ہونا انسان کا نقصان ہے۔ اور کسی ایسی چیز کو تلاش کرنا جس پر اپنے شکریہ کا اظہار کیا جا سکے ایک فطرتی امر ہے۔ کیا ہمیں گونگی دنیا کی تعریف کرنی چاہئے۔ اور مردہ و بیجان مادہ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے؟ اگر ہم ایسا کریں گے۔ تو گویا ہم اپنی اسی فطرت کے خلاف کارروائی کریں گے۔ پس ہمیں کسی ذی روح ہستی کی ضرورت ہے جو ہماری حمد و ثنا اور شکریہ کی مستحق ہو۔ یہ صرف ایک فطرتی خواہش ہے۔ ہاں ہماری فطرت کسی عقلمند فیاض کو ڈھونڈتی ہے۔ جس سے کچھ فائدہ اٹھانے پر اس کے آگے ہم اپنے شکریہ کا ہدیہ پیش کر سکیں۔ خدائے تعالیٰ کی بے شمار

رحمتیں اور برکات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس پر انسانی فطرت کے یہ تمام راز کھول دیئے گئے۔ اسلام کی پاک کتاب قرآن مجید کیا ہی شان دار سپر ایہ میں خدائے تعالیٰ کی ہستی کو ذیل کے الفاظ میں ہمیں منواتی ہے۔ اس نے خوبصورتی اور فیاضی کے متعلق جو فطرت انسانی میں ثبت کی گئی ہے۔ نہایت لطیف سپر ایہ میں بیان کیا ہے۔ اور اس طرح ہماری تعریف اور شکر یہ کرنے والے جذبات سے جو بالضرور کسی عقلمند ہستی اور فاطر کل یعنی خداوند تعالیٰ کے سامنے ہی آشکارا ہونے چاہئیں۔ یوں اپیل کی ہے :- تمام محاد اور صفات صرف اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جو کہ تمام جانوں کا پیدا کرنے والا۔ پالنے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔ جن کی موجودگی ہماری پیدائش قیام اور پرورش کے لئے نہایت ضروری ہے۔

نمبر ۳

فطرۃ اللہ الّتی فطر الناس علیہا

نظام قدرت میں ایک نہایت زبردست اور موثر نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ جو کہ ایک سطحی نظر سے دیکھنے والے شخص سے بھی پنہاں نہیں رہ سکتا۔ نظام عالم میں ہر ایک چیز بتدریج ترقی کر رہی ہے۔ لیکن اس کی ترقی کا راستہ معین اور محدود ہے۔ اسے چند ایک قوانین کی پیروی کرنی پڑتی ہے۔ اور اس طرح وہ آزادانہ ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ ہاں وہ اپنے اردگرد کی دنیا کے لئے اسی صورت میں فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ جب وہ اپنے مقررہ دستور العمل پر کامزن ہو۔ ورنہ بصورت دیگر اس کا قوانین سے منہ موڑنا اسکی تباہی اور نقصان کے ہم معنی ہے۔ سورج ہر روز طلوع ہوتا اور پھر غروب ہو جاتا ہے۔ لیکن اس روزانہ طرز عمل میں وہ اپنے مقررہ راستے سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہوتا۔ تمام نظام شمسی کرہ ہوائی۔ زمین اور جو کچھ اس پر ہے۔ یہ تمام کے تمام ترقی کے راستے پر چکر لگاتے چلے جا رہے ہیں۔ مگر انکا یہ تمام فعل صرف مقررہ قواعد و ضوابط کے ماتحت ہی ظہور پذیر ہو رہا ہے۔

دن اور رات کبھی ایک دوسرے کی اقلیم پر قبضہ نہیں جاسکتے۔ چاند اور ستارے کہ ایک دوسرے کی حدود کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ چاند اور ستارے کیسی اطاعت اور وفاداری کے ساتھ اپنے اپنے راستوں پر چلے جا رہے ہیں۔ قرآن کریم نے قانونِ قدرت کے ان عجیب و غریب و نیوی مناظر اور تمام نظام عالم کی اس قابل غور اطاعت و فرمانبرداری کا نقشہ ذیل کے الفاظ میں کیا ہی عجیب کھینچا ہے۔

وَايَاتِهِمْ لَمَّا تَلَّبِلَ لِسُلْخِ مَنْهُ الْفَخَارِ فَاهْمُ مَظْلُومُونَ۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا۔ ذَالِكِ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَا مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْوَةِ الْقَدِيمِ۔ لَا الشَّمْسُ بِنَجْمٍ لَهَا ان تَدْرِكُ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔ اور ان کے لئے رات میں نشان ہیں۔ کہ ہم اس سے دن کو کھینچ کر نکالتے ہیں اور دیکھو وہ اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور سورج اپنے قرار گاہ پر چل رہا ہے۔ یہ اس عزیز و علیم یعنی غالب جاننے والے خدا کا اندازہ ہے جو کبھی غلط نہیں ہو سکتا اور ہم نے چاند کے لئے اسکی مندریں مقرر کر دی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کھجور کی پیرانی شاخ کے مانند پھیر واپس لوٹتا ہے۔ سورج اس قابل نہیں کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور تہی رات دن کے آگے نکل سکتی ہے۔ اور یہ تمام کے تمام اپنے اپنے دو اعراب میں رہے ہیں۔ قرآن کریم (۳۷: ۳۷)۔ کیا ہی عجیب صداقت ہے۔ کہ ہر ایک چیز اپنے اپنے حلقوں میں راستہ طے کر رہی ہے۔ قدرت کا ہر ایک ذرہ اپنے مقررہ راستہ پر ہی چل رہا ہے۔ وہ اپنے مقررہ اور لا تبدیل قوانین سے ذرہ بھر انحراف یا بداخلت سب کا مرتکب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے برخلاف ان کی کامل متابعت میں سر تسلیم خم کئے ہوئے چلا جا رہا ہے۔ یہی ایک امر ہے۔ جو متضاد عناصر کو بے ترتیبی اور منگامہ و گڑبڑ سے نکال کر ایک با ترتیب دنیا کی شکل میں خوش اسلوب بنا دیتا ہے۔ اور یہی ایک نظام ہے جس سے

تمام علمی انکشافات کا راستہ کھلتا ہے۔ ہائینس کچھ پیدا نہیں کرتی۔ اور نہ ہی کچھ بناتی ہے۔ بلکہ اس کے علمی ممالک کی وسعت صرف ان قوانین کے انکشاف اور واقفیت تک محدود ہے۔ جو قدرت کے اعضاء و جوارح میں یا نیچرل طاقتوں کو حرکت میں لارہے ہیں۔ لیکن اگر قوانین قدرت کی لا تبدیل خاصیت یقینی نہ ہوتی۔ اور نہ ہی ان قوانین کی پیروی ہی نظامِ علم کے لئے ضروری ہوتی۔ تو یہ انکشافات ناممکن اور نمبر بالکل بے سود ٹھہرنے کیا یہ کوئی اتفاق امر ہے؟ کیا نظامِ عالم ایک مقررہ قانون پر نہیں چل رہا؟ کیا مادہ پر کوئی قانون حکمران نہیں؟ کیا اس کی حالت ارتقائی میں کوئی بے ترتیبی یا بے ضابطگی کبھی واقع ہوئی ہے؟ ایک نادان انسان اس کا رضانہ قدرت کو محض اتفاق پر محمول کرے گا۔ اور قانون اور ضوابط کو بھی اسی کا ایک نتیجہ قرار دے گا۔ مگر سائینس نے ہمیشہ ضابطہ و ترتیب اور باقاعدگی کو ہی تمام دنیا و مافیہا کے تنظیم اصولی سمجھا ہے۔ اور اس کے انکشافات ہمیشہ وہ قواعد و ضوابط ہی ہوا کرتے ہیں۔ جو مادہ پر حکومت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ یہ ایک نظام اور ترتیب کو ظاہر کرتا ہے۔ قانون مادہ پر سبقت رکھتا ہے۔ اور اس لئے اس میں کوئی بناوٹ یا اتفاق کی بات نہیں۔

ہم یہاں جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحبِ قادیاہی مسیح موعود و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک لکچر میں سے۔ جولاءِ ۱۹۰۷ء کے جلسہ اعظم مذاہب میں پڑھا گیا تھا۔ چند ایک فقرات نقل کرتے ہیں۔ آپ نے ہستی باری تعالیٰ کو بدلائل ثابت کرتے ہوئے ذیل کے پاک الفاظِ محراب فرمائے ہیں:-

”اگر ان کا کوئی مدبر نہ ہو۔ تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔ یہ دلیلِ بیعت پر غور کرنے والوں کے لئے نہایت فائدہ بخش ہے۔ کیونکہ اجرامِ فلکی کے اتنے بڑے عظیم الشان اور بے شمار گولے ہیں۔ جن کے تھوڑے سے بگاڑ سے تمام دنیا تباہ و برباد ہو سکتی ہے۔ یہ کیسی قدرت حق ہے۔ کہ وہ آپس میں

نہ ٹکراتے ہیں۔ نہ بال بھر رفتار بدلتے۔ اور نہ اتنی مدت تک کام دینے سے کچھ گھسے۔ اور نہ ان کی کالوں پر نروں میں کچھ فرق آیا۔ اگر سر پر کوئی محافظ نہیں۔ تو کیونکر اتنا بڑا کارخانہ بے شمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے انہیں مکنوں کی طرف اشارہ کر کے خدائے تعالیٰ دوسرے مقام میں فرماتا ہے۔ **اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**۔ یعنی کیا خدا کے وجود میں شک ہو سکتا ہے۔ جس نے ایسے آسمان اور ایسی زمین بنائی

اس نمبر میں ہم اپنے دہریہ دوست کے لئے اتنے ہی پراکتفا کرتے ہیں۔ اور باقی مضمون کو جو اسی عنوان کے ماتحت لکھنے کا ہمارا ارادہ ہے۔ آئندہ اشاعت کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ ہاں اب ہمیں اس سچی بھائی کے ساتھ دو دو باتیں کرنی ہیں جو عیسائیت کو موجودہ شکل میں صحیح تسلیم کئے ہوئے اور اس پر کار بند ہے۔



دینِ فطرت

جو کچھ ہم یہاں بیان کریں گے۔ اگر وہ ہمارے مخاطب عیسائی کی ضمیر اور عقل سے داد انصاف طلب کرنے والا ہو۔ تو اسے فوراً شریع اور رضائے تسلیم کے مذہب پر جو کہ اپنی ان خصوصیات کے باعث دینِ فطرت ہے۔ اور سائنس اس کی صداقت کو تسلیم کرتی ہے۔ ایمان لے آنا چاہئے۔ کیا ہم ایسے مذہب کو ترک کر سکتے ہیں؟ عیسائیت میں کلیسیا کا مذہبی اصول ہمیں ان قواعد و شریع کی پابندی سے چھڑا دیتا ہے۔ پولوس کی تعلیم کے مطابق شریعت کو دغوز بانٹد لعنت خیال کیا جاتا ہے۔ اور انسان کو اس بات کے ناقابل یقین کیا جاتا ہے کہ وہ شریعت کی لعنت کا بوجھ اٹھا سکے۔ اور اس ناقابلیت کے باعث کفارہ کو نجات کا ذریعہ خیال کیا جاتا ہے مگر کیا بہر حال انسان خلاصہ موجودات اور اشرف المخلوقات اور نظامِ عالم کا بہترین ماہصل نہیں؟ کائناتِ عالم میں اعلیٰ

سے اعلیٰ ساخت کی ہر ایک چیز اس کے اندر موجود ہے۔ ان کی خوشگوار ترکیب اس میں زندہ دلی۔ عقل و خرد۔ پاک جذبات اور ضمیر کو پیدا کرتی ہے اور ان سب کو بحیثیت مجموعی روح کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ عناصر کی شکل و صورت تو بظاہر تبدیل ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن ان کے خواص میں تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی۔ قانون کی کلی طور پر پیروی کرنا اور اس لئے عجیب و غریب اور حسب خواہش نتائج پیدا کرنا عناصر کی خاصیت ہے۔ کیا وہ انسانی شکل میں اکٹھے اپنی خاص حالت کو چھوڑ دیں گے؟ پولوسی مذہب اور اس کی کلیسیا طریقت جتنا چاہے ایک انسان کی الوہیت اور کفارہ کے عقیدہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے زور لگائے۔ لیکن سائینس کا رویہ اس کے بالکل برخلاف ہے اگر قوانین و شرائع پر چلنے کی قابلیت یقینی نہ ہوتی۔ تو کوئی شخص طبی علوم کا انکشاف نہ کر سکتا اور نہ ہی ان کو ترتیب ہی دے سکتا۔ رشتوں اور تعلقات کے ضوابط۔ دوستی کے قواعد اور اعضاء کے کام کاج کے قوانین جب باقاعدہ طور پر ترتیب دے دیئے جائیں۔ تو وہ ایک علم بن جاتے ہیں۔ انسانی اعضا کے کاروبار کا ایک سرسری مشاہدہ بھی اسی صداقت کو ثابت کرتا ہے۔ ہمارے پاس آنکھیں کان اور منہ وغیرہ ہیں۔ ان سب سے ذرا وہ کام تو جو اس کام سے جس کے لئے وہ بنائے گئے ہیں۔ متفاثر ہو۔ وہ ناقص اور خراب ہو جائیں گے اور اپنی کو کھو دیں گے۔ لیکن وہ ہر ایک غیر فطری راہ پر چلنے سے قطعاً انکار کر دیں گے۔ ہاں انہیں مقررہ راستہ پر چلاؤ۔ تو تم انہیں پورے فرمانبردار پانگے بلکہ ایسا کرنے سے وہ طاقت میں اور زیادہ مضبوط ہو جائیں گے۔ یہی قانون اور اطاعت کا مذہب تمام انسانی ساخت پر حاوی ہے۔ اگر ہمارے اعضاء اور جوارح کا بہترین اور فائدہ مند استعمال صرف چند ایک قوانین کی اطاعت سے ہی عمل میں آسکتا ہے تو اس استعمال کی درستگی باضابطہ ہدایات کی بہت زیادہ محتاج ہوتی ہے۔ کیا تمام جوارح ہمارے اعضاء و جوارح اور بسے ہمارے جذبات کے

کرنے اور خطبے پڑھنے کی ان کو کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ کیا اس نے یہ نہ کہا تھا؟ کہ یہ نہ سمجھو۔ کہ میں شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ یہ وہ مذہب ہے۔ جو انہوں نے اپنے پیروں کو سکھا یا۔ کیا آپ نے پولیس کو اس بات کا اختیار دے دیا تھا۔ کہ وہ شریعت کو منسوخ کر دے۔ جیسا کہ اُس نے بعد میں کیا لیکن وہ جو کہ آپ کے بعد آیا۔ اُس نے تمام صداقت اور راست بازی کی ہی تعلیم دی۔ کیا یہ کوئی نئی صداقت تھی۔ جس نے شریعت کو منسوخ کر دیا تھا اور جو کہ کلیسیا نے دُہیا کے آگے پیش کی؟ حتیٰ باب ۵ اور ۶ کو ذرا غور سے پڑھو۔ اس میں آپ کے وعظ کا طرز اس قسم کا ہے۔ جیسا کہ تم سُن چکے ہو۔۔۔۔۔۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ۔۔۔۔۔۔، کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ حضرت مسیح کچھ شریعت سکھا رہے ہیں؟ اگر آپ کو یہ علم تھا۔ کہ آدمی اس کی پیروی کے ناقابل ہے۔ تو گو یا وہ اپنے پیروں سے مذاق کر رہے ہیں اگر شریعت لعنت تھی۔ تو کیا وہ اس لعنت کو اور زیادہ بڑھانے کے لئے آئے تھے؟ نفوذ باللہ من ہذہ الموات۔ خدا ہمیں ان باتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ لیکن موجودہ کلیسیا کی تعلیم کا یہ ایک صحیح نتیجہ ہے۔ یہ تمام امور سادہ لوح انخاص کے لئے بھی بالکل صاف ہیں مگر ان کلیسیا کا ایکٹری اپنا علمی چہرہ کند ہوں پر ڈال کر ان باتوں کو بھلا دے سکتا ہے۔

سچی اور جھوٹی عبادت

عنوان بالا کے تحت میں لکھا ہے۔ سی۔ رائیل ڈی ڈی نے چند ایک نہایت خوبصورت خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جس کو ڈور و ماٹڈز ٹریکیٹ ڈیوٹنگ نے ایک چھوٹے سے ٹریکیٹ کی صورت میں شائع کیا ہے۔ ہم اس میں سے

ذیل کا اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جو امید ہے۔ کہ ہمارے ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔

”ان آیات میں آخری بات جو ہماری توجہ کی محتاج ہے۔ وہ آدمی کا خدا کے حکم کو نیت و ناپاؤد کر دینے کی تجاویز سوچنا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے خداوند نے تین دفعہ فریبیوں پر یہ الزام دیا کہ تم خدا کے حکم کو ترک کر کے آدمیوں کی روایت کو قائم رکھتے ہو“ تم اپنی روایت کے ماننے کے لئے خدا کے حکم کو کیا خوب باطل کرتے ہو!۔ یوں تم خدا کے کلام کو اپنی روایت سے جو نم نے جاری کی ہے۔ باطل کر دیتے ہو۔ فریبیوں کی پہلی کوشش یہ تھی کہ وہ اپنی روایات کو کتاب مقدس کے ساتھ بطور مفید ضمیمہ جات کے شامل کر دیں۔ دوسری تجویز یہ تھی۔ کہ ان کو خدا کے حکم کے ساتھ ایک ہی جگہ شامل کر دیا جاوے۔ اور ان دونوں دینے خدا کے احکام اور فریبیوں کی روایات کو ایک جیسی وقعت میں جسکے بعد آخری کوشش یہ تھی۔ کہ ان کی عزت و عظمت کتاب مقدس سے بڑھ چڑھ کر کی جاوے۔ اور عمد نامہ جات کو شریعت کی حیثیت سے گھٹا دیا جاوے۔ یہ حالات تھے اس وقت کے جب ہمارا خداوند دنیا پر ظاہر ہوا تھا۔

یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے۔ کہ عیسائی بہت دور تک اکثر اوقات اس بارہ میں فریبیوں کے قدم بہ قدم چلے ہیں۔ ان کے اسی طرز عمل نے رفتہ رفتہ دوبارہ اپنی جگہ لی ہے۔ اور وہی نتائج ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

یہی رسم و رواج رفتہ رفتہ خدا کے احکام سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ جم گئے ہیں۔ اور خدا کے اپنے حکم کی سند سے زیادہ جوش کے ساتھ ان کے لئے مدافعت کی جاتی ہے۔ ہمیں اس کے لئے مثالیں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ کلیسیا کی اپنی تاریخ انہیں ہمیا کرے گی۔

ہمیں نجات کے لئے خدا کے حکم کے ساتھ کسی اور شے کو ملانے کی کوشش

سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہماری یہ حرکت خدائے تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا باعث ہے۔ اور اس طرح سے وہ غصہ ہو کر ہم پر سخت سے سخت بلاؤں کا نزول فرماتا ہے۔ ایسی حرکت کا سرزد ہونا گویا عملی طور پر یہ کہنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب مکمل نہیں۔ اور یہ ظاہر کرنا ہے۔ کہ گویا ہم اللہ تعالیٰ کے ان احکام سے جو وہ انسان کی نجات کے لئے ہمیں دیتا ہے۔ زیادہ بہتر جانتے اور علم رکھتے ہیں۔ خدا کے حکم کے ساتھ کچھ اور ملا کر اس کی اصلیت کو باطل کر دینا ویسا ہی برا کام ہے۔ جیسا کہ انہیں انسانی دستور کے نیچے دیا کر اس میں سے کچھ نکال باہر کرنا اور جیسا کہ اس کی صداقت کا انکار کر دینا ہے۔ تمام کتاب مقدس اور ہاں صرف کتاب مقدس ہی ہمارے لئے واجب العمل ہونی چاہئے۔ اور اس میں کچھ بھی بڑھنا یا گھٹنا نہ چاہئے۔

بالآخر ہمیں ان مذہبی باتوں میں جو انسان کے منہ سے نکلی ہیں۔ اور ان میں جن کا صاف طور پر خدا کے کلام میں حکم دیا گیا ہے۔ تفریق کا ایک وسیع خط کھینچ دینا چاہئے۔ خدائے تعالیٰ کے احکام نجات کے لئے ضروری ولابدی ہیں۔ مگر انسانی حکم ایسے ضروری نہیں۔ انسانی حکم خاص خاص اوقات کے لئے تو مفید اور ضروری ہو سکتے ہیں۔ مگر نجات ان کی تقلید پر منحصر نہیں ہے خدائے تعالیٰ جس بات کا حکم دیتا ہے۔ وہ ابدی زندگی کے لئے ایک لازمی امر ہے۔ اور جو شخص جان بوجھ کر ان کی نافرمانی کرتا ہے۔ وہ اپنی روح نجات کو تباہ و برباد کر لیتا ہے۔

اسلامک ریپولیو۔ ہم ان بلند خیالات کی جو ایسی سچائی کے ساتھ اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ بڑے زور سے تائید کرتے ہیں۔ یہ الفاظ اللہ خدا کے احکام نجات کے لئے نہایت ضروری اور لابدی ہیں۔ لیکن انسانی حکم نہیں۔ صداقت سے پورے طور پر لبریز نہیں۔ اور زندگی کے نشیب و فراز کا بہترین پول کہے جاسکتے ہیں۔ لہذا ہر ایک سچے عیسائی کو دیکھنا چاہئے

کہ ان کے خداوند کے کلیسیا کی بنیاد اس کلام پر رکھی گئی ہے۔ جو اس کے پاک منہ سے نہیں نکلے۔ پس اسے تمام انسانی دستبرد سے پاک و صاف کر دینا چاہئے مگر شاید اس اصلاح کے کام میں سب سے زیادہ مشکل یہ سوال ہوگا۔ کہ کلیسیا کی تاریخ میں اس مقام کو واضح کر دیا جائے۔ جہاں کہ کلیسیا نے مسیح پر تصرف کرنے کے لئے اس میں انسانی تجاؤں بڑکا دخل اور عمل درآمد شروع ہو گیا۔ نصرت کی کونسل اور دوسری ایسی ہی کمیٹیوں کے فیصلہ جات کو انسان بہت آسانی سے بالائے طاق رکھ سکتا ہے۔ مگر موجودہ کلیسیا نے مسیح کی تو اصل عمارت ہی پولوس کی تخریرات پر مبنی ہے حالانکہ پولوس کے مذہب کی بنیاد مسیح کی تعلیمات پر نہیں۔ کیونکہ درحقیقت وہ خداوند کے الفاظ کا سند کے طور پر بہت ہی جزوری سے استعمال کرتا ہے۔ اسکی نیم منطقی اور نیم مصنوعی مذہبی گرم جوشی اس کے تمام مذہب کا مجموعہ ہے اگر ہم بائبل کے انسانی دستبرد سے پاک و صاف کر دینا چاہیں۔ تو ہم پولوس کی تخریرات کو اس میں سے نکال باہر کریں گے۔ مگر ہمارے راستہ میں ایک اور مشکل بھی حائل ہے۔ کاش ہم مذکورہ بالا رپورٹڈ مشیخ کے الفاظ میں یہ کہہ سکتے۔ کہ تمام کتاب مقدس اور ہاں صرف کتاب مقدس ہی ہمارے لئے واجب العمل ہونی چاہئے۔ اور اس میں کچھ بھی بڑھانا یا کھٹانا نہ چاہئے۔ بائبل کے متعلق کوئی شخص خط کشیدہ الفاظ کو منہ سے نکال نہیں سکتا۔ ناظرین آئندہ نمبر میں اس بارہ میں ایک مفصل مضمون میں بعنوان بائبل کہاں ہے؟ کچھ ملاحظہ فرمائیں گے۔ وہ پاک صحیفہ جو محدود انسان کے لئے ایسا قابل فہم ہے۔ کہ ہم اس کی نسبت آسانی سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس میں کچھ گھٹا یا بڑھایا نہیں گیا۔ وہ صرف قرآن کریم ہی ہے جس نے ہماری زندگی کا ایک کامل ضابطہ بنایا ہے۔ اور جو کہ ہماری تمام ضروریات کو رفع کرتی ہے۔*

خطبہ جمعہ

جو، جولائی ۱۹۷۱ء کو وائٹ سٹی انگلستان میں جناب حضرت
خواجہ کمال الدین صاحب نے پڑھا

توحید باری تعالیٰ

قل انما انا بشر مثکم یوحی الی انما الھکام اللہ و احد من کما یرجو لقاء
ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشراک بعبادۃ ربہ احد

ترجمہ: کہدے راے رسول کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہارے مانند ایک
آونی ہوں۔ ہاں میری طرف یہ وحی بھی جاتی ہے۔ کہ تمہارا معبود صرف ایک
ہی ہے۔ پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے۔ اسے چاہئے کہ عمل
صالح بجالائے۔ اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو بھی شریک نہ ٹھہرائے
مفسر زخواتین اور اخوان! میں تم کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
جیسے ایک انسان کے ملنے پر نہایت زور سے مبارک باد دیتا ہوں۔ تم
انسان ہو۔ اور انسانی خیالات اور جذبات ہی تم میں موجزن ہیں۔ نیز
تمہاری تمام قابلیتیں اور قوائے انسانی رنگ میں ہی رنگین ہیں۔ اور اس لئے
تمہاری رہنمائی اور تعلیم کے لئے بھی کسی انسان ہی کی ضرورت ہے ہم ہشیک
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پاک اور برگزیدہ آقائے نامدار پر جس نے
قرآن کریم کے مندرجہ بالا الفاظ میں لیکار کر کہا۔ کہ انما انا بشر مثکم بجا فخر
رکھتے ہیں۔ یہی الفاظ دنیا کی شاندار ترقیات کی خوشخبری اور انسانی ترقی
کی بہترین تحریک ہیں۔ نیز ہمیں اس بات کی ترغیب و تحریص دلانے کے لئے
کہ ہم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی پیروی کریں۔ ہمارے
اِس ایمان سے زیادہ زبردست چیز اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ جو ہم ان کی اور

اپنی بحیثیت انسان ہونے کے یکسانیت میں رکھتے ہوں۔ انسان اور یاں
 صرف انسان ہی ہمارے لئے بہترین نمونہ بن سکتا ہے۔ اور کوئی حیوان یا
 فرشتہ کسی ایسے کام نہیں آسکتا۔ کیا ہم نقال اور تقلید پسند مخلوق نہیں؟
 کیا ہماری تربیت اخلاق میں آبائی اور موروثی خیالات سے بہت بڑھ کر
 ہمارے قرب و جوار کا اثر نہیں ہوتا؟ بچپن سے لیکر جوانی کی عمر تک ہمارے
 والدین۔ ہمارے استاد۔ ہمارے دوست یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ وہ شخص جو دوسرے
 سے بڑھ کر اثر رکھتا ہو۔ اپنے نمونہ کی طرف ہماری توجہ کو کھینچتا اور ہمیں اپنا
 مطبوع بنا لیتا ہے۔ لیکن ہمیں کبھی کسی ایسی ہستی کی تقلید کرنے یا اس کی
 نقل اتارنے کا خیال تک بھی نہیں آتا۔ جس کی فطرت اور قابلیت ہماری
 اپنی فطرت سے بالکل مختلف ہو۔ ہم شیر اور ہاتھی کی ان کی بہادری اور طاقت
 کے باعث بہت تعریف و توصیف کیا کرتے ہیں۔ مگر انہیں اپنے لئے نمونہ بھی
 نہیں بنایا کرتے۔ ہم میں شیر یا ہاتھی بننے کی نہ تو خواہش اور نہ طاقت اور
 قابلیت ہی ہے۔ ان حالات میں کیا خدا بن جانے کی خواہشات ہمیں لائق اور
 سزاوار ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم میں اس بات کی کوئی خواہش اور رغبت ہی نہیں
 ہم اپنی فطرت انسانی کی مقررہ حدود سے باہر جا ہی نہیں سکتے۔ جب حالت
 ایسی ہے۔ تو پھر ایک تشکل خدا کی رجو انسانی لباس پہن کر دنیا میں آنا نازل ہو۔
 ہمیں نمونہ کے لئے کوئی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ پھر ان کریم کی ایک آیت میں
 اسی صداقت کو کیا ہی صاف اور صریح الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ
 وما منم الناس ان یومنوا اذ جاءهم الهدی الا ان قالوا بعدت اللہ بشرا رسولاً
 قل لو کان فی الارض مملکتہ یمشون مطمئینین لنزلنا علیہم من السماء ماء کا
 رسولاً۔ یعنی لوگوں کو (خدا کی طرف سے) آئی ہوئی ہدایت کی پیروی کرنے سے
 سوائے اس کے اور کسی چیز نے نہیں روکا۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ کیا اللہ تعالیٰ نے
 ہم میں ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تو کہہ دے اے رسول کہ اگر زمین

میں فرشتے آرام سے چلا کرتے۔ تو ہم فرشتے رسولوں کو ہی ان پر آسمان سے نازل کرتے۔ ایک فرشتہ صرف فرشتوں کی طرف ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول ہو کر آسکتا ہے۔ وہ اپنے جذبات و احساسات میں ہم سے بالکل مختلف ہونے کے باعث ہمارا رہبر یا پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ اور تو اور خود خدا تعالیٰ کی اہمیت کی نقل بھی ہم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم اپنی انسانی حدود سے ہرگز تجاوز نہیں کر سکتے۔ میں حیران ہوں۔ کہ یسوع مسیح کو خدا بنانے پر مغربی کلیسیا کو کس بات نے آمادہ کیا۔ ابن مریم خدا ہو سکتا ہے۔ یا نہیں۔ یہ مسئلہ کسی معقول اور سمجھدار انسان کے غور و فکر کے شایان شان نہیں۔ مگر بہر حال فیصلہ کن امر یہ ہے۔ کہ اگر وہ خدا ہے۔ تو وہ بنی نوع انسان کے لئے نمونہ یا اس کا ہادی بننے کے لائق نہیں۔ درحقیقت یسوع نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ اسے خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ مگر اس نے دوسروں کو بھی اسی خطاب کے لائق سمجھا۔ اس نے ہمارے لئے چند ایک اخلاقی قوانین وضع کئے۔ مگر اس نے بشریت کو سرے سنورخ یا باطل نہیں کیا۔ اس نے عجوبہ کام اور معجزات بھی دکھائے۔ مگر اس نے دوسروں میں ایسی طافت کے ہونے کا انکار نہیں کیا۔ اور درحقیقت مجھے تو تمام عیسائی کتب میں اس کی نسبت کوئی ایسی بات پڑھنے میں نہیں آتی۔ جس کی اس کے ہمسروں میں ہونے کا انکار کیا جاسکے وہ مجسم انسان تھا۔ اور اس لئے دوسروں کے لئے نمونہ بننے کے لائق۔ اور اس کے گرد و نواح کے تاثرات کو بھی کافی گنجائش مل سکتی تھی۔ کفارہ کی نسبت میں جتنا بھی تھوڑا ذکر کروں زیادہ بہتر ہے۔ لیکن اس لحاظ سے بھی وہ کوئی نمونہ نہ تھے۔ کوئی دوسرا شخص اس لغت عالمیان یا گناہان دنیا کو جو کہا جاتا ہے۔ کہ انسان کے گلے ٹرھ دی گئی ہے۔ اٹھا لینے کے لئے خدا نہیں بن سکتا۔ انقض یسوع خواہ خدا ہے۔۔۔۔۔ یا نہیں مگر اگر ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ تو انسانی نمونہ کی حیثیت سے مجھے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا

کیونکہ میں ایک انسان ہوں۔ اور انسانی خیالات اور جذبات رکھتا ہوں۔ لہذا
یسوع مسیح خدا ہو یا نہ ہو۔ اس سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن اگر وہ سچ
سچ خدا ہی تھا۔ تو انسانیت کے لحاظ سے اس کا نمونہ میرے لئے کوئی کارآمد
چیز نہیں۔ بلکہ اس کا عدم وجود برابر ہے۔ کیونکہ اس حیثیت میں مجھے اس سے
کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں انسان ہوں۔ اور انسانی خیالات و
خواہشات رکھتا ہوں۔ ہاں عرب کے عظیم الشان اور برگزیدہ نبی صلعم کی اطا
مجھے بہت پسندیدہ ہے۔ جسے انما انابشر مثکم کہہ کر اپنی بشریت کا یقین دلایا
آپ کا یہ قول میرے آگے سچے نمونہ کو پیش کرتا۔ اور میری آنکھوں کے سامنے
خوشنما امیدوں اور شان و امکانات کا ایک نہایت واضح اور درخشاں نظارہ
لے آتا ہے۔ انما انابشر مثکم کے قول سے آپ ایک عظیم انسان اور نہایت اعلیٰ
نمونہ بن جاتے ہیں۔ میں ترقی و عروج کی اس عظیم الشان چوٹی پر خواہ چڑھ
نہ سکوں۔ مگر آپ کے موثر الفاظ میری استعداد پر سے تمام شک و شبہات
کے بادلوں کو دُور کر دیتے اور امید و کامیابی کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔
آپ مجھے یہ یقین دلا رہے ہیں۔ کہ آپ اور میں اختیار اور قوت و امکان کے
لحاظ سے ایک جیسے ہی ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی آرزوں اور خواہشات ہیں
آپس کے حصہ دار ہیں۔ اور انسانی ضروریات کے ایک دوسرے کے برابر
محتاج ہیں۔ اپنے آسمانی پیشوا اور رہبر کے بارہ میں یہ یقین ہمیں صرف
اس کے نقش قدم پر چلنے کی بدیں امید تحریک کر سکتا ہے۔ کہ ہم اس پر
چل کر انسانیت کے اصل مقصد کو حاصل کر لیں۔ کیا کوئی خدا بہ لباس
انسانیت مجھے یہی الفاظ کہہ کر میرے صاف و شفاف دل کو خوشنما امیدوں
اور خوشخبریوں سے مبرا کر سکتا۔ اور میری زندگی کو صحیح طور پر گزارا سال تک
قائم رکھ سکتا تھا۔ میرے آقائے نام دار جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
کیا ہی خوب اور سچی ہدایت کی ہے کہ ان کلمۃ تحبوت اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

وَلْيَعْلَمَنَّكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ یعنی اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو آؤ میری پیروی اختیار کرو۔ اللہ اوائے تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ مگر دوسری طرف جناب یسوع اگر وہ واقعی خدا ہیں۔ تو وہ کبھی اپنے نقش قدم پر چلنے کی مجھے ترغیب نہیں دلا سکتے۔ خداوند کی حیثیت میں اس کا نمونہ میرے لئے ناقابل تقلید ہے۔ کیونکہ اس کے اور میرے خیالات اور خواہشات و ترغیبات بالکل متضاد ہونے کے باعث وہ مجھے خدا نہیں بنا دے سکتا ایمان دار اور سچے مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کا سب سے اعلیٰ اور مکمل نمونہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور وریں صورت کہ انہوں نے خود انما انا بشر مثکم لکن اپنے آپ کو ہمارے جیسا انسان ہی قرار دیا ہے۔ تو ایسی حالت میں خداوند تعالیٰ کے سوائے کوئی بھی ہمارا معبود نہیں ہو سکتا اس مخفی صداقت کو کیسے صاف اور صریح الفاظ میں ہمارے ذہن نشین کیا گیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ انما انا بشر مثکم لیسوا علی الی انما الھکما اللہ وحده دیکھو دوسرے چھوٹے چھوٹے نبیوں اور فرقوں کے مقدس اور روحانی آجوبوں کو ان کے پیروں نے خدا بنا لیا تھا۔ لیکن قرآن کریم کی صاف اور کھلی کھلی تعلیم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی پرستش کی خفت سے بچا لیا بنی نوع انسان میں مساوات اور ان کی آپس میں ایک دوسرے سے مشابہت جسے اسلام نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اس طرح زور سے پیش کر کے صاف کر دیا ہے۔ رشک کا ایک جذبہ پیدا کر دیتی ہے لیکن اس سے کسی کی کوئی ذاتی فوقیت ممکن نہیں۔ اسلام کے جو کہ اخوت و مساوات کے قایم کرنے والا ایک ہی مذہب ہے۔ خدا کی وحدانیت پر زور دینے کا یہی ایک بہت بڑا سبب ہے۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ ہمارا خدا کوئی خدا خدا ہے۔ خدا نے تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا..... اخلاق عقل اور

روحانیت کو بہت حد تک غلام بنا دیتا ہے۔ جب ہم خدائے تعالیٰ کی توجید پر ایمان لاتے ہیں تو ہم ایک اور صرف ایک ہی ہستی کو اپنا مہبود و مسجود سمجھتے ایک ہی کو اپنی رہبری کا باعث یقین کرتے۔ اور اس ایک ہی کو ایسا مانتے ہیں کہ جس سے ہمیں اپنی رہبری اور امداد کی توقع رکھنی چاہئے۔ ہاں وہ ایک ہی ہمارے دلوں میں محبت، در اور خوف اور عزت و عظمت کا سکہ ٹھا سکتا ہے۔ اس طرح سے خدائے تعالیٰ کی وحدانیت پر ہمارا ایمان تمام صحیح اور درست جمہوری خیالات کو نشوونما دیتا ہے۔ ہاں یہ ایمان روح کی خود مختاری اور چال چلن کی سچنگی اور عمدگی کو پیدا کرتا۔ ناجائز اطاعت اور غلامانہ کنفیشن برداری کے زویل خیالات کو نیست و نابود کر دیتا ہے میں اپنا نفع نقصان خود ہی سمجھ سوجھ سکتا ہوں۔ میں اپنی زندگی کا خود ہی ناخدا ہوں۔ اور اپنی قسمت کی گتھی کو آپ ہی سلجھانے والا ہوں۔ میرے لئے دوسروں کے برابر سب رستے کھلے ہیں۔ اور تمام مواقع میرے آگے پیش ہیں۔ اور میں وہ سب کچھ کر سکتا ہوں۔ جو دوسروں نے کیا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان توجید باری تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھ کر کسی ایسی چیز پر اپنے خیالات کو بانٹ نہیں سکتا۔ جو انسانوں کی باہمی مساوات کے اس جذبہ کو تباہ کر ڈالے۔ یا اسے نظر انداز کر دے۔ سوسائٹی میں انسانوں کا تفاوت مرتبہ کسی حالت میں بھی بنی نوع انسان کی اس مساوات کا منافی یا مخالف نہیں۔ بلکہ یہ انفرادی کوششوں کا نتیجہ اور زیادہ جدوجہد کا محرک ہے یہ ترقی کے موافقات کی برابری ہے۔ جو سب لوگوں کے لئے ویسے ہی کھلے ہونے چاہئیں۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ کے افضال و نیا میں سب پر برابر ہیں۔ اگر دوسرے لوگ درجہ و رتبہ میں مجھ سے کسی طرح بڑھ گئے ہیں۔ تو یہ کوئی نا اور وصف نہیں۔ بلکہ یہ ایک ایسی چیز کا انکشاف ہے۔ جو کہ مجھے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ ہاں جو کچھ کسی دوسرے کے پاس ہم سے زیادہ ہے

ہمارے لئے اس پر مہر نہیں لگ گئی۔

خدائے تعالیٰ کی وحدانیت تہذیب کا جزو اعظم ہے

توحید باری تعالیٰ پر ایمان جیسا کہ اسلام نے تعلیم کیا ہے۔ ایک اور مقصد کو بھی سرانجام دیتا ہے۔ تاریخ عالم کے نامعلوم زمانوں سے اسلام کی آمد تک انسان عناصر قدرت کو جن میں بے جان بتوں سے لیکر مردم پرستی تک سب کچھ شامل ہے۔ پوجنا رہا۔ مگر جس طرح سے مردم پرستی۔ آزاد خیالی کی دشمن اور ہمارے اندر سے رشک و مقابلہ کی اس خواہش کو تباہ کر دینے والی ہے۔ جو کہ ہمیں کامیابی و سبقت کی مملکت کا پروانہ راہداری دلا دیتی ہے۔ ویسے ہی عناصر پرستی علوم طبیعیہ کے اکتساب میں ہماری ترقی کے راستے میں بمنزلہ سد سکندری کے حائل ہو جاتی ہے۔ ہمیں کائنات عالم پر انکشافات علوم کی کلید رکھنے کے باعث اپنی بزرگی و فوقیت پر ایک پختہ ایمان ہونا چاہئے۔ اور خدائے تعالیٰ کی وحدانیت پر ہمارا ایمان اس بارہ میں ہمارے لئے بہت بڑا مددگار ہے۔ ایک ہی معبود کے اسلامی عقیدہ سے ہمارے تمام دوسرے معبود ہمارے برابر ٹھہر جاتے۔ بلکہ ہمارے خدمت گزار ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن اگر طبعی انکشافات کی الوہیت پر ہم ایمان رکھتے ہوں۔ تو کیا ہم ان سے ایک نوکر جیسا سلوک روا رکھ سکتے ہیں۔ انسان گذشتہ زمانوں میں سورج چاند اور ستاروں کا پرستار رہا ہے۔ اور اس نے دریاؤں۔ ہواؤں اور درختوں کی مہا گائی گئی ہے۔ اور اس لئے وہ ہمیشہ ان کی عزت و عظمت کو ملحوظ رکھتا اور ان کا ڈر اور خوف اس پر مستولی رہتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا دلی جذبہ ہے۔ جو علمی تحقیقات کے لئے مفید نہیں۔ انسان اپنے معبودوں کی حقیقت اور ان کے اندرونی خواص دریافت کرنے کے لئے انہیں زیر تحقیقات لانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ ایسا خیال ہی ذہن میں نہیں لاسکتا تھا۔ اپنی ضروریات کے لئے ان کو استعمال میں لانے

کا خیال تو کفر سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اسلام کے ظہور سے پیشتر علمی تحقیقات میں کوئی باقاعدہ ترقی نہیں ہوئی۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کے دل میں توحید باری تعالیٰ کا نقشِ سچہ طور پر جما دیا ہے۔ اور اس طرح سے اس پاک کتاب نے نہ صرف تمام جھوٹے خداؤں کو تختِ الوہیت سے اتار کر نیچے دے مارا ہے۔ بلکہ انہیں ہمارا خادم اور ضروریات کو پورا کرنے والا ظاہر کیا ہے چنانچہ اس بارہ میں قرآن کریم کے فیئرین الفاظ حسب ذیل ہیں:-

اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم وسخر لکم النحل ليجري فی البحر باعق۔ وسخر لکم الانهار۔ وسخر لکم الشمس والقمر۔ امین وسخر لکم الليل والنهار (۱۲۷-۱۲۸) الم تروا ان الله سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض (۳۱-۱۹)

جو کچھ آسمان میں ہے۔ اور جو کچھ زمین کے اوپر یا اس کے اندر ہے۔ وہ سب کا سب انسان کے مطیع کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک صداقت ہے۔ جو کہ قرآن کریم انسان پر بہت ہی دلچسپ پیرایہ میں ظاہر کی ہیں۔ کیا ہم اس ایمان کے بغیر جھلا گئیں یا بے ترقی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ اس زمانہ میں کمی ہے؟ کیا یہ آیات کریمہ تمہیں اور زیادہ آگے بڑھنے کی ترغیب نہیں دلاتیں اور قدرت کی پوشیدہ اور مخفی طاقتوں کو تمہارے قبضہ اور تصرف میں نہیں دے دیتیں کیا اگر کائنات عالم کی ہر ایک مخفی طاقت تمہارے ماتحت ہو۔ اور تم کو لاسکی پوری بصیرت اور معرفت حاصل ہو۔ تو عجائبات کا انکشاف کوئی ناممکن امر ہے۔ کیا اس لئے تمام دنیا اس عظیم الشان صداقت کا صحیح علم حاصل کرنے میں قرآن کریم کی ممنون احسان نہیں ہم اگر توحید باری تعالیٰ پر خاص طور پر زور دیں۔ تو اس سے دنیا پر ہمیں ہی غلبہ و اقتدار حاصل ہوگا۔ اور انسانی مساوات قائم ہو جائیگی۔ ورنہ خواہم اکیلے خدا سے تعلق کی پرستش کریں۔ یا اس کے ساتھ دس ہزار اور معبودان باطلہ کو بھی شامل کر لیں۔ تو

اس سے اس کا درجہ نہ تو کوئی رتی بھر بڑھنا۔ اور نہ ہی اس کی عظمت میں کوئی ذرہ برابر بھی فرق آجاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کے لئے آپ کی تعریف ہے اور وہ کوئی حاسد خدا نہیں۔ اس کی تعظیم و تکریم کرنا گویا اپنی عزت کو بڑھانا اور ترقی کرنا ہے۔ ہم جب قدرت یا اس کے اجزا اور انسان وغیرہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ تو اس سے ہم اس کے اصلی تصور کو بہت گھٹاتے ہیں

×××

موجودہ جنگ اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر ۱

جناب خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر مسجد وکنگ میں۔
 آج سے چند ہفتے پیشتر جب میں ایک دن جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیان کر رہا تھا۔ اور آپ کی زندگی کو انسانیت کا بہتر نمونہ ظاہر کیا تھا۔ تو لیکچر کے بعد کے سوالات میں مجھ سے یہ دریافت کیا گیا تھا۔ کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگجو کی حیثیت میں بھی انسانی تقلید کے لئے ایک پسندیدہ نمونہ کا کام دے سکتے ہیں۔ میں نے اس وقت اس سوال کا جو کچھ جواب دیا تھا۔ گذشتہ چند ایک ہفتوں کے واقعات کا ہولناک انکشاف اس کی پوری تائید کرنا ہے۔ دیوانے جنگ آزما کتوں کی زنجیر کھول دی گئی ہے۔ اور دنیا بد قسمتی سے ایسی نہایت سخت و دناک تباہیوں کو دیکھ رہی ہے۔ جن کا اسے اپنی پیدائش سے آج تک شاید ہی سامنا کرنا پڑا ہو۔ کوئی شخص جنگ کو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ تہذیب و شائستگی کو دہکے دیتا اور اس سے منہ موڑتا ہے۔ اور انسانی ترقیات کو روک دیتا ہے۔ یہ دکھ اور مصائب کو بڑھاتا۔ اور عیش و آرام کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ بایں ہمہ ہم باوجود اپنی مفروضہ تہذیب اور شائستگی خیرات

کے جنگ کے آہنی پنچوں میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ ہم مغرب میں اس اچانک آتشزدگی و شعلہ افگنی کا ملزم چاہے قیصر کو ٹھہرائیں۔ یا اسکی ذمہ داری زار کے سر تھوپی مگر کیا کوئی شخص دیانت داری کا ایک شاعری لے ہوئے بھی اس کا رروائی پر کوئی نقص عائد کر سکتا ہے۔ جو برٹش گورنمنٹ اپنی مرضی اور خواہش کے برخلاف اس یہودیگی میں حصہ لینے کے لئے کرنے پر مجبور ہوئی ہے۔ سر لڈوڈ نے لڑائی کو روک دینے یا اسے محدود اور نخصتہ مقام رہنے دینے کے لئے بہت کوشش کی۔ مگر ان کی یہ تمام شریفانہ کوششیں ناکام اور بے سود رہیں۔ اور واقعات کی رفتار میں ایسا برقی اثر آ گیا۔ کہ اڑتالیس گھنٹوں میں وہ قوم جو لڑائی پر سخت ناراض مند اور ناخوش تھی۔ خود ہی اس میں پھنس گئی۔ اور وزیر خارجہ کو سوائے اس کے کچھ بن نہ آئی کہ وہ اس روش کی اطلاع دے دے۔ جو کہ اس قوم نے نہایت سخت ناراضی کی ساتھ اختیار کی تھی۔ یہ روش محض اپنی مدافعت اور خود حفاظتی کے لئے اختیار کی گئی تھی۔ اور اسلئے کسی جگہ بھی اس پر کوئی ملامت کا اظہار نہیں ہوا۔ کینیٹ مجلس مشاورت کے وہ ممبر بھی جو کہ سر لڈوڈ کی تائید پر آمادہ نہ تھے۔ انہوں نے بھی انکی تجاویز کی مخالفت پر ہی صبر اور ہٹ نہ کی۔ یہاں تک کہ اس جنگ جلال میں سوشلسٹوں نے بھی شریک کا رزار ہونا ضروری سمجھا۔ یہ ایک ضروری بات بلکہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ یہ علوم و ادب کے فرائض کو پورا کرنے کے لئے ایک زبردست لڑکار ہے۔ کیا نہ سب اس شریفانہ جواب کے خلاف جو انگریزی قوم نے مقصدیاری کے ذریعہ سے دیا ہے۔ کچھ کہہ سکتا تھا؟ نہیں۔ بلکہ کایسیا اس خوفناک حالت میں حصہ لینے کو موجود ہے۔ اور پارٹی بھی قوم کی ہستی کو برقرار و مستحکم رکھنے میں امداد دینے کے لئے دنیا داروں کے ساتھ شریک ہوئے ہیں۔ اور اسلئے کو چومتے اور انہیں اپنی برکت دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کے معاوضہ میں ان کی عیسوی عظیم پالنگ ہی ضائع ہو جائے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس وقت جبکہ انہوں نے اپنی اور اپنے مریدین کی جانوں کو بچانے کے لئے ہتھیار اٹھائے تھے۔ ایسے ہی بلکہ ان سے بھی زیادہ خوشگوار حالات درپیش نہ تھے؟ پورے تیرہ سال تک آپ کو نہایت سخت دکھ اور اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اور آپ نے ان کو کمال تحمل اور صبر سے برداشت کیا۔ پھر آپ کے قتل کے لئے ایک منصوبہ کانٹھا گیا اور اس ہولناک تجویز کے ورور سے بچنے کے لئے حضور اپنے وطن مالوف سے بھاگ جانے پر مجبور ہوئے۔ آپ اور آپ کے مریدین نے مدینہ میں جا کر پناہ لی۔ مگر دشمن نے وہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ وہ آپ کو مار دینا چاہتے تھے۔ اور اس لئے انہوں نے فوجوں کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی انہوں نے پہلی دفعہ اُس وقت اپنا گھونسہ رسید کیا تھا۔ جبکہ آپ مکہ میں تھے۔ اور اب وہ دوسرا گھونسہ مارنے کے لئے آپ کے پیچھے آئے تھے۔

”دائیں گال، باپڑٹا نیچے مارا جا چکا تھا۔ اور بائیں پر مارنے کا اب ارادہ کیا گیا تھا۔ کیا اب بھی آپ کو ہاتھ پاؤں نہیں بلانے چاہئیں تھے۔ اور دوسری گال بھی دشمن کے آگے پھیر دینی چاہئے تھی۔ وہ شخص جو اس اور چین کے خوش گوار سایہ میں محفوظ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نازک حالت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ جبکہ دشمن نے مکہ سے مدینہ تک چڑھائی کرنے کے لئے جہاں آپ کی قلیل جماعت رہتی تھی۔ بارہ دن کے سفر میں سے نو دن کا راستہ طے کر لیا تھا۔ اور اس طرح سے آپ دشمن کے مقابلہ میں اپنی چھوٹی سی جمیعت کے ساتھ شہر سے کچھ فاصلہ پر خمبہ زن ہونے پر مجبور ہو گئے۔

لیکن موجودہ زمانہ کی نظیر شاید اس پر پوری نہ اترے اور اس کے بالکل مخالف نظر آئے۔ جرمن انگلستان پر حملہ آور ہونے کے لئے برلن سے روانہ نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی ابھی وہ بحیرہ انگلستان تک پہنچے ہی ہیں۔

اگر انہوں نے بلجیم کی غیر جانبداری میں دست اندازی کی ہے۔ تو محض فرانس پر شمال کی طرف سے حملہ آور ہونے کی تدبیر کو حل کرنے کے لئے انہوں نے ایسا کیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے انگریزی قوم کی سلامتی کے معرض خطر میں پڑ جانے کا بالکل صحیح اور جائز طور پر خیال کر لیا گیا ہے۔ اور اس لئے اپنی خود حفاظتی کے لئے قدم اٹھانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اس تجویز پر تمام قوم کی تائید سے عمل کیا گیا ہے۔ پھر کلیسیا نے بھی اس کی منظوری دے دی ہے۔ مگر کیا یہ یسوع مسیح کی لفظی یا معنوی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ نہیں۔ بلکہ تاریخ کے تیرہ سو سال کے واقعات کو دہرایا گیا ہے۔ اور انگریزی قوم نے مقدس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر چلنا شروع کیا ہے۔ ہوس آف کانسٹرکشن کی میز پر اس تجویز کے جواز میں بلیو بک رپارٹ یا پریوی کونسل کے فیصلہ جات کی رپورٹ رکھ دی گئی۔ اور سر اڈورڈ گری اور وزیر اعظم نے اپنی کارروائیوں کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے اپنی تاریخی تقاریر سے صاف طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت دیا ہے۔ مسٹر ایلیو کوٹھ نے اپنے من کنفرسٹ ریلیسیا سے منحرف ضمیر کے ساتھ ہٹاری وعظ کو پس پشت ڈال کر پیغمبر اسلام کی پیروی اختیار کی ہے۔ ہاں یہ ایک سچی بات ہے۔ کہ اپنی مدافعت اور خود حفاظتی کے لئے لڑنا ایک بہت بڑی ضرورت ہے۔ خالص نیکی۔ اور ٹھیک صداقت ہے۔ مذہب ایک دستور العمل ہے نہ کہ نرا اصول۔ اور انسانی عمل درآمد ہی اس کی تعلیم کی صداقت کو پرکھنے کی ایک کسوٹی ہے۔

اس امر کا ثبوت کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنی مدافعت میں جنگ کئے۔ جبکہ آپ کی ہستی کے برقرار رہنے کے دوسرے پیمانوں ذریعہ نابود ہو گئے تھے۔ قرآن کریم کی متعدد ذیل آیات سے جن کے ماتحت آپ نے

اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلی دفعہ ہتھیار اٹھائے تھے ملتا ہے اذن للذین یقاتون
 باعدہ ظلّموا۔ وان اللہ علیٰ نصرہم لبقدرن الذین اخرجوہن دیارہم
 بغير حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ ولولا ذنم اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت
 صوامع وبيع وصلواتہ ولسجد بنا کر یہاں اسم اللہ کثیرا (۲۲ + ۲۰ + ۲۱) ترجمہ
 ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے پر ظلم و ستم ہونے کے باعث ہتھیار اٹھائے
 ہیں۔ لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی امداد پر قادر ہے
 وہ لوگ جن کو ان کے گھروں سے ناجائز طور پر نکالا گیا ہے۔ صرف اس لئے
 کہ انہوں نے کہا۔ کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بعض
 لوگوں کو بعض کی مدافعت میں کھڑا نہ کر دیتا۔ تو مندر گرجے۔ یہودیوں کے
 عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اکثر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے یقیناً
 گرا دی جاتیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو ان کے گھروں میں سے
 نکال دیا گیا۔ انہوں نے طرح طرح کے مصائب اور دکھ برداشت کئے۔
 اور ان سب دکھوں میں ان کا جرم صرف یہی تھا۔ کہ وہ ایک خدا پر ایمان
 رکھتے تھے۔ خدائے تعالیٰ بالضرور بعض لوگوں کو دوسروں سے اگر اول الذکر
 موخر الذکر کی جان اور مال کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کریں۔ تو سپا کرا
 دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دشمنوں کے درمیان پہلی
 تین لڑائیوں کا موقع و محل ہی اس دکھ وہ سوال کا فیصلہ کر دیتا ہے
 اور ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ یا نہ کارروائی
 صرف بچاؤ اور مدافعت کے لئے اور ایک ضرورت کی بنا پر تھی۔ پہلی لڑائی
 بدر کے مقام پر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے قیام مدینہ سے تین
 دن اور دشمن کے شہر مکہ سے ۹ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ ہوئی۔ دوسری
 لڑائی احد پر جو کہ مدینہ سے ایک دن اور مکہ سے گیارہ دن کی مسافت پر واقع

ہے۔ وقوع پذیر ہوئی۔ تیسری لڑائی مدینہ میں ہوئی۔ جہاں دشمن مکہ سے چل کر آیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں قیام پذیر تھے۔ کیا ان حالات میں یہ جان لینا کوئی مشکل امر ہے۔ کہ فساد کا بانی کون تھا۔ اور اسے روکنے والا کون؟

منبر پر کھڑے ہو کر زبانی صبر و برداشت کا سبق دے لینا تو پندیدہ امر ہے۔ مگر اسے کر کے نہ دکھانا ان الفاظ کو مردہ ثابت کر دینا ہے۔ ہمیں اس تعلیم کی جو سچ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ جانچ پڑتال کر کے اسے غلط ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ اس کے پیروں نے اس کی تعلیم پر کار بند ہونے کی کبھی پروا نہیں کی۔ عیسائیت اس وقت تک متحمل و بردبار تھی۔ جب تک کہ وہ غذائی کی حالت میں تھی۔ مگر چونکہ اسے کانٹنٹین کو اپنا حلقہ بگوش بنا کر ترقی و عروج کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے پہلے ہی زمین پر قدم رکھا۔ تو اس نے اپنے خداوند کی تمام تعبدات کو بھلا دیا۔ مگر وہ اس کے خلاف بھی کچھ نہ کر سکتی تھی۔ جو کچھ اسے سکھا یا گیا تھا۔ اس پر کار بند ہونا ناممکن تھا۔ اور چونکہ اس کی بجائے اور کوئی دوسری تعلیم نہ تھی۔ اس لئے اسے اپنی سمجھ اور شعور پر کار بند ہونا پڑا۔ اور اس لئے قتل و غارت و وقوع پذیر ہوئی۔ (بانی آئینہ)



✱۔ ہم آئینہ اشاعت میں جناب حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل۔ پی سابق ایڈیٹر ریویو آف ریلیجینز کے ایک فاضلانہ مضمون کا اقتباس ہدیہ ناظرین کریں گے جو کہ ۱۹۷۶ء میں اسلامی اور سچی جنگوں کا مقابلہ کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔

بلادِ غریبہ میں تبلیغِ اسلام اسلامی مشن انگلستان کے معرکتہ الآراء تبلیغی کارنامے

نمبر ۳

گذشتہ اشاعت میں جن دس خواتین کے جناب مولانا مولوی صدیق صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کی خوشخبری ناظرین کو سنائی گئی تھی۔ ان میں آخر سوال تک تین اور سعید روحوں کا اضافہ ہوا۔ علاوہ ازیں ایک نہایت مغز انگریز بنام مسٹر وینڈر بلٹ نے جس کا خاندان اسی نام سے کل یورپ و امریکہ میں ممتاز خاندان ہے مسجد و کنگ کے ایک ہفتہ وار جلسہ میں جناب مولانا صاحب کے لیکچر کے بعد بصدق دل مسلمان ہونا چاہا۔ جس پر اسے کلمہ شہادت پڑھا کر اس سے توجید باری تعالیٰ نبوت اور بشریت مسیح اور رسالت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کیا گیا۔ اور جناب مولانا صدر الدین صاحب نے اس کا نام ابو بکر تجویز کر کے اس کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت مال دیا ہے۔ عقل اور فراست بخشی ہے۔ اخلاص عطا کیا ہے۔ اس جہت سے میں انکا نام ابو بکر رکھتا ہوں۔ اور فال یہ لیتا ہوں کہ وہ اپنے بزرگ حضرت خلیفہ اول ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چل کر تبلیغِ اسلام کریں گے۔ او اس راہ میں ویسا ہی ایثار دکھائیں گے، اس کے جواب میں مٹھ کر اقرار کے طور پر انہوں نے اپنا ہاتھ مولوی صاحب موصوف کے ہاتھ میں دیا اور زبان سے اعلان کیا کہ میں اس امر کا عہد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے! آمین۔

اس کے علاوہ امریکہ میں بھی ایک دولت مند تاجر نے ہذریعہ خط و کتابت اسلام قبول کیا۔ اور اس کا نام بھی تجارت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مناسبت رکھنے کے باعث ابو بکر رکھا گیا۔ فالحمد لله علی ذالک۔

علاوہ ازیں ایک اور قابل قدر کوشش جو جناب مولینا صدر الدین صاحب کے اسلامی جوش اور سچے درد دل کا پورا ثبوت دیتی ہے۔ وہ یورپول کی جمعیت اسلامیہ کے پرانگندہ افراد کو دوبارہ اتحاد و اتفاق کی سلک میں منسلک کرنے اور انہیں آپس میں ملکر وہاں تبلیغ اسلام کے لئے کوشش کرنے کی ترغیب دلانا تھا۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ آج سے بہت عرصہ پیشتر یورپول میں ایک نو مسلم غازی اسلام مشر محمد عبداللہ کو تسلیم نے وعظ و تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع کیا تھا جس کی شہرت کل بلا واسطہ اور بالخصوص یورپین ممالک میں ایک عرصہ تک ہی لیکن افسوس ہے کہ یہ سلسلہ بہت عرصہ تک جاری نہ رہ سکا اور مشر عبداللہ کو تسلیم کو بعض ناموافق حالات کے پیش آجانیہ یورپول چھوڑ کر مفقود الخیر ہو جانا پڑا۔ اور اس لئے ان کی عدم موجودگی میں ان کا مشن بھی تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ بلکہ انہوں نے اپنی رات دن کی کوششوں اور بڑھی جانکاہی سے نو مسلموں کی جو چھوٹی سی جماعت وہاں بنائی تھی۔ وہ بھی ان کے چلے جانے کے بعد منتشر ہو گئی۔ اور وہ ایک دوسرے سے کچھ ایسے بیگانہ ہوئے۔ کہ باوجود اسلامی عقاید و شرائع پر ایمان رکھنے کے وہ ایک دوسرے کی جان پہچان سے بھی ناواقف ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کی اس مردگی پر رحمت الہی نے دوبارہ جوش مارا اور رشیت ایتر دی نے جناب مولینا صدر الدین صاحب کو اس بات کے لئے ابھارا کہ وہ ان کے لئے باران رحمت بن جائیں۔ اور و اعتمہ و بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوہ کے نقاط سے دوبارہ انہیں جان ڈالیں۔ چنانچہ گذشتہ ماہ میں آپ صرف دو دن کے لئے یورپول تشریف لے گئے۔ اور اپنے بچھے ہوئے نو مسلم بھائیوں کو دوبارہ گلے لگانے کے لئے وہاں ان کی تلاش میں مصروف ہو گئے مگر انہیں باوجود بہت جدوجہد کے ساٹھ اسلامی گھروں

میں سے صرف تین کا پتہ لگ سکا۔ مگر ان تینوں گھرانوں کو بھی شیخ عبداللہ کوٹلیم
 کے بعد اور جناب مولوی صاحب کی تشریف بری سے پیشتر کبھی آپس میں ملاقات کا
 شرف حاصل نہ ہوا تھا۔ ان میں سے ایک گھر میں تو ایک ترسالہ خاتون ہیں جن کا ایک
 نوجوان صاحبزادہ ہے۔ یہ دونوں ماں بیٹے بڑے یکے مسلمان ہیں۔ اور دونوں مصنف
 ہیں سوائے تصنیف ان کا کوئی کام نہیں اپنی تصنیف میں ان کا خیال رہتا ہے کہ کس
 موقعہ پر کسی اسلامی تعلیم کا ذکر کریں یا کسی اعتراض کا جواب دیں۔ دوسرے صاحب کا
 نام ریمپور ہے اور تیسرا گھر خود شیخ عبداللہ صاحب کوٹلیم کا ہے۔ ان کے ایک صاحبزادہ
 بلال کوٹلیم صاحب وکیل ہیں اور دوسرے احمد کوٹلیم صاحب ایم اے اب صرف کلارک
 ہیں۔ پہلے وہ ٹرکی کی طرف سے وائس کونسل تھے۔ لیکن باپ پر صحبت آنے
 کی وجہ سے ان کا کام بھی بگڑ گیا۔ شیخ صاحب کی دو صاحبزادیاں ہیں جو پٹری
 لائق ہیں ایک کا نام حلیمہ کوٹلیم صاحبہ ہے۔ اور دوسری کا حنیفہ کوٹلیم صاحبہ
 ان تین گھرانوں سے ملاقات کرنے اور ان سے دیگر نو مسلموں کے تیس کے قریب
 نام حاصل کر لینے کے بعد ان کے گھروں کے پتہ لگانے کا کام جناب لیڈانے شیخ
 صاحب کے لڑکوں کے ذمہ ڈالا اور ان کے مفصل پتے تحریر کر نیکی فرمائش کی
 تاکہ ان کے نام اسلامک بولیو جاری کیا جاوے۔ اور ان کے میل ملاپ کا کچھ سامان
 کیا جائے وہاں لورپول میں جناب شیخ عبداللہ کوٹلیم صاحب کی ایک مسجد بھی تھی جہاں
 عبادت اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شیخ صاحب کے وقت میں جاری تھا لیکن بعد میں حالات
 زبانی نے اسپر بھی دست درازمی کی اور اس کا نقشہ بد لکر کچھ اور ہی ہو گیا یہ مسجد گورنمنٹ
 کے قبضہ میں ہے اور وہاں ایک سیٹین ڈیپارٹمنٹ ہے۔

اس کے علاوہ جناب مولیڈانے شیخ عبداللہ کوٹلیم صاحب کی بھی مختصر سا حال
 تحریر فرمایا ہے۔ اور یہ خوشخبری سنائی ہے۔ کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں
 اور وہ عنقریب ان سے خط و کتابت شروع کریں گے۔